ہفت روزہ
لاہور پاکستان

خدام الدین

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی

۱۹ر رمضان ۱۳۹۰ھ ۲۰ر نومبر ۱۹۷۰ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

ہدیہ ۵۰ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
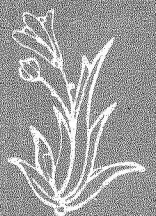
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہی اپنے بائیں ہاتھ سے (کوئی چیز) پیئے اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ پیتا بھی ہے (مسلم)

وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ "الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ"

قَوْلُهَا "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّاءِ وَمَعْنَاهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ وَ"الْوَاصِلَةُ" الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا اَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ آخَرَ "وَالْمَوْصُوْلَةُ": الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ" الَّتِيْ تَسْأَلُ مَنْ يَفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میری لڑکی کے چیچک نکل آئی۔ جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے۔ اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے، تو کیا اب میں مصنوعی بال لگا سکتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے (کہ آپ نے لعنت کی، بال لگانے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر)

قولہا "فتمرق" را کے ساتھ ہے، اس کے معنی منتشر ہو گئے۔ اور گر گئے۔ اور "واصلہ" اس عورت کو بولتے ہیں۔ جو اپنے بالوں کو یا دوسری عورت کے بالوں کو ساتھ ملائے اور موصولہ وہ عورت جس کے بال ملائے جائیں اور "مستوصلہ" وہ عورت جو اس کام کے کرنے والی سے ملانے کا سوال کرے

وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ: "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ جس سال حج کیا تھا۔ منبر پر کھڑے ہو کر غلام کے ہاتھ سے بالوں کا ایک جوڑا لے کر کہہ رہے تھے کہ اے مدینہ کے رہنے والو تمہارے علماء کہاں ہیں میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپ ایسے جوڑے سے منع فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ جب بنی اسرائیل کی عورتوں نے اس طرح بنانا شروع کیا تو اس وقت بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگانے والی اور مصنوعی بال لگوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری اور مسلم)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَهٗ امْرَأَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَالِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ وَالنَّامِصَةُ: الَّتِيْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا وَتُرَقِّقُهٗ لِيَصِيْرَ حَسَنًا وَالْمُتَنَمِّصَةُ، الَّتِيْ تَأْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ خدا نے لعنت کی ہے، بدن گودنے والیوں۔ اور خوبصورتی کے دانتوں میں جھریاں بنانے والیوں، اور چہرہ کے بال نچوانے والیوں پر، جو کہ خدا کی پیدا کردہ فطرت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ تو ابن مسعودؓ سے ایک عورت (ام یعقوب) نے کہا یہ کیا بات ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ اس پر میں کیوں لعنت نہ کروں حالانکہ کتاب اللہ میں (یہ حکم موجود) ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ تم کو رسول جو چیز دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے باز آ جاؤ (بخاری و مسلم)

"المتفلجہ" وہ عورت جو کہ اپنے دانتوں کو گھسواتی ہے۔ تاکہ دانت ایک دوسرے سے قلیل مقدار میں دور ہو جائیں اور درمیان میں کشادگی پیدا ہو جائے اور خوبصورت معلوم ہونے لگیں۔ اسی کو وشر بھی بولا جاتا ہے اور "نامصہ" وہ عورت جو دوسرے کی پلکوں کے بال نوچے۔ اور ان کو باریک بنائے۔ تاکہ خوبصورت ہو جائیں اور "المتنمصہ" وہ عورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۹ر رمضان ۱۳۹۰ھ
۲۰ر نومبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۲۷

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

انتخابات ۔ ایک تاریخی مرحلہ

شخصی عظمتوں کے تقاضے

ان دنوں پاکستان میں انتخابات کی گہماگہمی اور شورا شوری سے کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ہر جگہ ہنگامہ خیزی ہے۔ نعرہ بازی سے فضا میں ایک ارتعاش ہے۔ ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی دھن اور حصول منزل کے لئے انہماک نے عجیب سماں باندھ رکھا ہے حالات کی تیز رفتاری کے باعث روزانہ انقلاب و تغیّر کی لہریں اُٹھ رہی ہیں جنہیں دیکھ کر کوئی شخص وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ ساحل مراد کون سا ہوگا ؟ اور تمناؤں کی نیّا کو کس کنارے سکون و اطمینان کا سہارا مل سکے گا۔ ؟

جوں جوں تاریخ انتخاب قریب آ رہی ہے حالات اسی قدر سرعت کے ساتھ پلٹا کھا رہے ہیں۔ جو جماعتیں "مراں گے نال تیرے" کا پیمانِ وفا باندھ کر معرکۂ کارزار میں شانہ بشانہ سرگرم عمل تھیں باہمدگر دست و گریباں ہو گئی ہیں۔ اور پوری شدّت کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں۔ فکر و عمل کی وحدتیں پارہ پارہ ہو رہی ہیں اور عقائد و نظریات کے مضبوط بندھن تار عنکبوت ثابت ہو رہے ہیں ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔ اس گھٹاٹوپ تاریکی میں روشنی کی کرن اگر دکھائی دیتی ہے تو اُن اہلِ حق علماء کرام کی جھونپڑیوں میں جو اپنی بے بضاعتی، بے سرو سامانی کے باوجود ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن
چراغ اپنا جلا رہا ہے

کا پورا پورا مصداق بن گئے ہیں —!

جس ملک کی سیاست، تجارت اور قیادت ارب پتی سرمایہ داروں اور کروڑ پتی جاگیرداروں کے قبضہ و تصرّف میں ہو چند "بوریہ نشینوں" کا ان سے مقابلہ ممولے اور شہباز کی نسبت رکھتا ہے۔ ان علماء حق نے جو راستہ اختیار کیا واقعی بڑا سخت اور کٹھن ہے۔ بایں ہمہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ ہمیشہ بے وسیلہ اور فرومایہ لوگوں نے شاہوں کے گریبان چاک کئے ہیں اور محض خداوند قدوس کی ذات پر توکّل کر کے بڑے بڑے فرعونوں اور نمرودوں کے بُرج اُلٹا دیے ہیں۔

انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ انتخابات کے اس تاریخی معرکہ میں کچھ ایسی ہی صورتِ حال سامنے آئے گی کیونکہ حصولِ آزادی، قیام پاکستان، اسلامی نظام کے نفاذ اور عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفّظ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی گئی ہیں اور جوانی کے خون بہائے گئے ہیں ؎

رنگ اک دن لائے گا خون شہیداں دیکھنا
بے گناہوں کا لہو ہرگز نہ ضائع جائے گا

شخصی عظمتوں کے تقاضے

پاکستان کے پہلے عام انتخابات کے لئے ۷ر دسمبر کی تاریخ مقرر کی جا چکی ہے — ہماری قومی اور ملکی تاریخ میں یہ دن ایک "معرکہ" ثابت ہوگا۔ اس روز پاکستان کے لئے "دستور ساز اسمبلی" کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔ ملک کی غالب اکثریت اور بیشتر جماعتیں اس نصب العین کی علمبردار اور داعی ہیں کہ پاکستان کا دستور کتاب و سنّت کے مطابق ترتیب دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا آئین مرتّب کرنے اور دستورِ اسلامی کی تدوین کے لئے جو اراکین منتخب کئے جائیں گے اسلامیات پر ان کا عبور اور دینِ اسلام سے ان کی واقفیت لازمی ہے۔ جو لوگ اسلام سے ہی ناواقف ہیں وہ پارلیمنٹ میں جا کر اسلام کا دستور کیسے مرتّب کر سکتے ہیں ؟

حصولِ مقصد کے لئے ملک کی غالب اکثریت اور اسلام کی علمبردار جماعتوں کا اخلاقی اور ملّی فرض تھا کہ وہ ایسے افراد اور ایسی شخصیات کو کسی قسم کی انتخابی معرکہ آرائی مقابلہ و مبارزت کے بغیر ہی "دستور سازی" کے لئے منتخب کرتے۔

اور وہ شخصیات اپنی گرانقدر صلاحیتوں سے کام لے کر ملت کے لئے اسلامی آئین مرتب کرنے کا اہتمام کرتیں۔ لیکن یہ پہلو انتہائی افسوسناک ہے کہ ملک کو سوشلزم، کمیونزم، احمدی ازم اور دہریت کے چنگل سے آزاد کرانے کے بلند بانگ دعاوی بھی کئے جاتے ہیں "اسلام، اسلام" کی دہائی بھی دی جا رہی ہے اور اسلام کے جلیل القدر علمارکرام کا مقابلہ بھی کیا جا رہا ہے۔

کیا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا عبیداللہ انور، مولانا پیر خورشید احمد شاہ، مولانا محمد عبداللہ بہلوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی ایسی شخصیات ہیں کہ صرف سیاسی اختلافات کے باعث ان کے خلاف محاذ قائم کر کے انہیں رسوا کرنے کی سعی ناپاک کی جائے اور ان کے مقابلہ میں لادین عناصر کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کی راہیں ہموار کی جائیں۔

چند خودغرض افراد —— اگر حصول اقتدار یا جلب منفعت کے لئے جلیل القدر علمار اسلام کے خلاف نبرد آزما ہیں تو کوئی بات نہیں یہ گنتی کے چند افراد کا مذموم فعل ہو سکتا ہے لیکن اگر انتخابات کے وقت مختلف حلقوں کے لوگوں نے علمار اسلام کے بجائے بے دین، اسلام سے ناواقف اور یا اسلامی عقائد و نظریات کے سراسر مخالف عناصر کو اپنے ووٹ سے کامیاب کرا دیا تو یاد رکھئے کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہونے کے تمامتر امکانات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے اور اس ملک کو سوشلزم، کمیونزم یا احمدی ازم کے چنگل سے کبھی کوئی نہیں نکال سکے گا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے پاکستان کے کتنے جلیل القدر علمار کرام اور کس قدر عظیم شخصیات عصر حاضر کی خارزار سیاست میں زور آزمائی کر رہی ہیں۔ جن میں سے چند اولوالعزم اسلامی شخصیات کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی

عصر حاضر میں قرون اولیٰ کی یادگار، اسلام کی اخلاقی اور روحانی قدروں کا مجسمہ، زہد و تقویٰ اور للہیت کا پیکر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی جمعیۃ علمار اسلام پاکستان کے امیر ہیں۔ مرکزی مجلس شوریٰ نے آپ کو ضلع رحیم یار خان کے حلقہ ع-۱۰۶ سے قومی اسمبلی کی نشست سے انتخاب میں حصہ لینے پر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ اس علاقہ کے بڑے بڑے جاگیرداروں، زمینداروں اور مختلف سیاسی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ صرف علاقہ رحیم یار خان ہی میں اسلامی رہنما اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے معروف نہیں بلکہ پورے ملک اور بیرونی ممالک میں آپ کے ہزاروں مرید ہیں۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اور چہرۂ مبارک کو دیکھ کر ہر شخص کے دل پر اسلام کی اعلیٰ اور ارفع قدروں کا نقش ثبت ہو جاتا ہے۔

آپ جب پورے جذب و کیف کے ساتھ احادیث نبوی سناتے ہیں تو آہ و فغاں سے در و دیوار گونج اٹھتے ہیں۔ ہزاروں احادیث رسولؐ کے حافظ ہیں۔ کئی بار حج و زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ قریباً اسی سال کی عمر کے باوجود اسلام کی سربلندی اور شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لئے ہمیشہ پابرکاب رہتے ہیں۔ علمار کے حلقہ میں سب سے بلند مرتبہ شخصیت ہیں ایسی بلند پایہ ہستی کو مقابلہ کے ترازو میں رکھنا علم دین اور روحانی و اسلامی شخصیات کی سخت توہین ہے۔

کیا یہ لوگ —— بھی ایسے ہیں کہ ان کا مقابلہ کر کے اسلام اور خدا و رسول کے سچے فرمانبرداروں کو رسوا کرنے کی کوشش کی جائے۔

خدا کا فضل و کرم ہے کہ علاقہ رحیم یار خان کے اسلامی غیرت و حمیت رکھنے والے حضرات پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ حضرت درخواستی کی کامیابی کے لئے کوشاں ہیں اور پورا پورا یقین ہے کہ حضرت درخواستی اپنے حلقہ سے بھاری اکثریت کے ساتھ ایسے ہی کامیاب و کامران ہوں گے گویا ان کے چند مخالف فریق نے عملاً مقابلہ سے دست برداری اختیار کر لی ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی

پاکستان کی سب سے بڑی دینی تنظیم جمعیۃ علمار اسلام کو ہزاروی گروپ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جس شخصیت کے نام سے اس جماعت کی نسبت ہے وہ صرف صوبائی ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کو "ہزاروی گروپ" سے موسوم کرنے کی سب سے بڑی وجہ مولانا غلام غوث ہزاروی کی ذات گرامی ہے۔ جن کے سیاسی شعور، فہم و ادراک اور دینی و سیاسی معاملات میں ان کے وسیع تجربہ اور گرانقدر خدمات نے پوری جمعیۃ کے نظام کو متاثر کیا ہے اور اس تنظیم کے روح رواں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جمعیۃ علمار اسلام شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد لاوارث ہو گئی تھی۔ اس کے قریبی اعزہ و اقارب خود ہی حق وراثت سے دست بردار ہو کر دیگر "منافع بخش" امور کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے خود ہی اس لاوارث تنظیم کو حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی و سرپرستی میں دے کر گوشۂ عافیت تلاش کر لیا۔

حضرت لاہوریؒ نے مولانا غلام غوث ہزاروی کی رفاقت میں اس کی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام کیا۔ مولانا ہزاروی کی شب و روز محنت، جاں نثاری اور جفاکشی نے اس میں زندگی کی ایک نئی رمق اور روح پیدا کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں پورا ملک اس تنظیم کے احاطہ میں آ گیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی جون ۱۸۹۶ء کو بفہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی والد بزرگوار مولانا حکیم سید گل صاحب سے حاصل کی۔ ۱۹۱۴ء میں مڈل پاس کر کے دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے ۱۹۱۵ء میں دیوبند داخل ہوئے اور حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث کی سندِ فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دیوبند کے خصوصی حکم پر مدرس کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ پھر جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائے اور جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد رکھی تو آپ کے ساتھ خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۲ء میں آپ نے مولانا محمد یوسف جونپوری کے ہمراہ جمعیۃ علماء ہند کی تنظیم کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس اثناء میں آپ حیدرآباد دکن بھی گئے اور وہاں کی ایک ہندو ریاست سمستان گدوال میں دو سال تک مبلغِ اسلام کی حیثیت سے کام کیا بہت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ اور مسلمانوں میں جو ہندوانہ رسمیں رواج پا رہی تھیں ان کا سدِ باب کر کے اسلامی رسوم اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو فروغ دیا۔ آپ نے حصول آزادی کی مختلف تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلہ میں کئی بار قید و بند کے مصائب برداشت کئے۔ آپ ایک عرصہ تک مجلس احرار اسلام کے ممتاز رہنماؤں کے دوش بدوش ملک و ملت کی سربلندی کے لئے لائقِ تحسین خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۵۸ء کے مارشل لار کے بعد جب ایوب حکومت نے تمام جماعتوں کو خلافِ قانون قرار دے دیا تو آپ نے مدارس عربیہ اور علماء کی تنظیم پر توجہ دی اور اپنے علاقہ کے مظلوم کسانوں کے مسائل حل کرنے کے لئے اپنی خدمات وقف کر دیں۔ اپر تناول میں بڑے بڑے زمیندار کسانوں کو بٹائی نہ دیتے تھے۔ آپ نے مظلوم کسانوں اور غریب انسانوں کی حمایت میں شب و روز ایک کر دیئے۔

پھر جب بنیادی جمہوریتوں کے عنوان پر لوگوں کو سیاسی آزادیاں حاصل ہوئیں اور انتخابات کا مرحلہ آیا تو علاقہ کے لوگوں نے آپ کی انہی خدمات کے صلہ میں صوبائی اسمبلی کا رکن منتخب کیا۔ مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں آپ نے اپنے علاقہ کے غریب عوام کے مسائل حل کرانے اور علاقہ کو ترقی دینے کے لئے ہمیشہ حکومت کو متوجہ کیا چنانچہ اس علاقے میں سڑکوں، پلوں کی تعمیر، بجلی کی سپلائی اور راول ڈیم کی تعمیر میں مولانا غلام غوث ہزاروی کے مطالبات، ان کی تجاویز اور ان کی خدمات کا بڑا دخل ہے۔

صوبائی اسمبلی کی پوری تاریخ میں یہ ایک معرکہ آراء واقعہ ہے کہ عائلی قوانین کے خلافِ اسلام ہونے پر مولانا غلام غوث ہزاروی کی قرارداد حکمران پارٹی سمیت تمام اراکین اسمبلی نے متفقہ طور سے منظور کر کے مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں رائج تمام غیر اسلامی قوانین منسوخ کئے جائیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے اسلام کے صحیح نظریات کے خلاف تمام فرقِ باطلہ خصوصاً مرزائیت، پرویزیت اور مودودیت کے خلاف معرکہ آراء خدمات انجام دیں اور اسلام کے صحیح نظام کو رائج کرنے کے لئے بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود ان تھک جدو جہد کر رہے ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی۔ سرمایہ داری نظام کے سخت خلاف ہیں اور اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق خلافتِ راشدہ کا نظام رائج کرنے کے علمبردار ہیں۔ آپ کو ضلع ہزارہ کے حلقہ ۳ سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے اہل علاقہ نے مجبور کیا ہے پوری توقع ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں اور زمینداروں کی مخالفت کے باوجود آپ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ!

مولانا عبید اللہ انور

آپ ہی وہ پہلے رہنما ہیں جنہوں نے ایوبی آمریت کے سنگھاسن کو ہلا دیا تھا اور اسلامی قانون کی خاطر پولیس کے تشدد سے زخمی ہو کر البرٹ وکٹر ہسپتال کے بسترِ علالت سے بھی یہ آواز بلند کی تھی:۔

"پاکستان کو صحیح معنوں میں
اسلامی مملکت بنانے کی کوششیں
تیز تر کر دی جائیں"۔

(نوائے وقت لاہور ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۸ء)

آپ اپنے عالی مرتبت والد محترم حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ہیں اور انہی کی تحریک کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

آپ قرآن و حدیث کے ثقہ عالم ہونے کے علاوہ قادری سلسلہ کے شیخ طریقت بھی ہیں اور ملک کے کونے کونے میں اپنے اخلاقِ عالیہ کے باعث ہر دلعزیز ہیں۔

آپ کا مشن صرف مسجد یا خانقاہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ملی پیمانے پر بھی قوم و وطن کی خدمت کرنا اپنا فرض گردانتے ہیں۔

آپ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے سیاسی بصیرت حاصل کی، مولانا حسین احمد مدنیؒ سے علم حدیث پڑھا۔ اور اپنے والد سے روحانی تربیت پائی۔

آپ نے جابرانہ نظام سرمایہ داری کے خلاف آواز اٹھا کر ملک کے محنت کش اور غریب طبقہ کی حمایت کی تو سامراجی طاقتوں کی طرف سے الزامات کا نشانہ بن رہے ہیں

آپ انتخابات میں حصہ لینے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے مگر اہالیانِ لاہور

کے پیہم اصرار پر میدانِ عمل میں آئے ہیں۔

اگر آپ حضرات اس ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام چاہتے ہیں تو علماء کرام کو کامیاب بنائیے۔

مولانا عبیداللہ انور جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے امیر اور قوم کے سچے خادم ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار مولانا احمد علی لاہوری رحؒ کی نصف صدی کی دینی اور ملی خدمات کو اہل پاکستان خصوصاً اہلِ لاہور کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے

مولانا عبیداللہ انور پر شیرانوالہ باغ کے باہر جب پولیس نے اندھادھند لاٹھیوں کی بارش کر کے آپ کی ہڈی پسلی توڑ دی اور آپ کے ساتھ نماز جمعۃ الوداع ادا کرنے والے دوسرے علماء کرام کو بھی زد و کوب کر کے درندگی و حیوانگی کا مظاہرہ کیا تو ایوب حکومت کے خلاف پورے ملک میں زبردست تحریک اٹھ کھڑی ہوئی —

درحقیقت یہ لاٹھی چارج مولانا عبیداللہ انور کے جسم پر نہیں بلکہ ایوب حکومت پر ایک کاری ضرب کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مولانا عبیداللہ انور کے ساتھ عوام الناس کی بے پناہ عقیدت اور مختلف حلقوں میں جن میں دینی و سیاسی جماعتیں علماء کرام، وکلاء، تاجر، صنعت کار اور طلباء شامل اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کو دیکھ کر اس دور کے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں پوری قوم سے خطاب کرتے ہوئے اپنی نشری تقریر میں پولیس کے تشدد کے واقعہ پر مولانا عبیداللہ انور اور دیگر علماء کرام سے معذرت خواہ ہوئے۔

مولانا عبیداللہ انور ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے ایوبی آمریت کے خلاف صدارتی امیدوار کی حیثیت سے مقابلہ کی جرأت کی اور بالآخر آپ ہی کی ذات گرامی نے ایوب حکومت کے غیر جمہوری طرزِ عمل اور آمریت کے خلاف عوامی جدو جہد کا آغاز کیا۔

اہل لاہور اور جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے اصرار پر آپ لاہور کے حلقہ ۱ سے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔ ایک ولی کامل کے صاحبزادہ انجمن خدام الدین کے امیر، اور جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر کی حیثیت سے آپ کی ذات ہر حلقہ میں نہایت عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اسلام کے صحیح نظریات کے تحفظ اور شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کے لئے آپ کو آئین ساز اسمبلی کا رکن ضرور منتخب کیا جائے گا۔ اور انشاء اللہ آپ بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب و کامران ہوں گے۔

ڈاکٹر احمد حسین کمال

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر احمد حسین کمال گوناگوں صفات کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و ادب کی بے پناہ صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے۔

جس طرح چوہدری افضل حق کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ احرار کا دماغ تھے۔ اسی طرح یہ بات مبالغہ کے زمرہ میں نہیں آتی کہ ڈاکٹر احمد حسین کمال جمعیۃ علماء اسلام کا قلم ہیں۔

آپ کا وطن مولوف حیدر آباد دکن تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی اور رحیم یار خاں میں رہائش پذیر ہوئے۔ تحریک آزادیٔ وطن میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور ملک کی بلند پایہ شخصیات کی جمعیت میں رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے قریبی تعلق رہا۔ اور ان سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کو قومی و ملی تحریکات کا قریب سے مطالعہ کرنے کا خوب موقع ملا۔ آپ کی مؤثر اور معلومات افزا گفتگو سنی جائے تو آپ کی ذات سیاسی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا معلوم ہوتی ہے۔ نہایت مخلص، کم گو، دُور اندیش، معاملہ فہم ہیں اور اسلام کے صحیح نظریات کے تحفظ کا حقیقی جذبہ رکھتے ہیں۔

آپ علماء کرام کے وقار اور عظمت کے لیے بھرپور جدو جہد کر رہے ہیں۔

اسلامی نظام کے قیام اور شریعتِ اسلامیہ کی ترویج کے لیے آپ کے ذہن میں کیا خاکے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کیا کیا عملی تجاویز ہیں۔ ان کی جھلک ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور میں آپ کی بلند پایہ تحریروں سے نمایاں ہے۔

کراچی کے ذی فراست و بصیرت احباب کے پُرزور تقاضے پر آپ کراچی ۱ کے حلقہ ۱۳۶ سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے حصہ لے رہے ہیں۔ آپ کے جاں نثار اور مخلص ساتھی شب و روز محنت کر کے آپ کی کامیابی کے لیے مؤثر اقدامات انجام دے رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے آپ غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوں گے۔

قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ

ممتاز قانون دان، اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی سربلندی کا مخلصانہ جذبہ رکھنے والے اور اسلامی تحریکات میں نمایاں خدمات انجام دینے والے نوجوان قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ لاہور کے حلقہ ۵ سے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔

قاضی محمد سلیم صاحب وکلاء اور قانون دان حضرات میں بے حد مقبول ہیں۔

اسلامی ذوق و شوق، دینِ اسلام کی سرفرازی کے جذبہ اور دیندار حضرات کو برسرِ اقتدار لانے اور صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے آپ جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لاہور کی تاریخی آئین شریعت کانفرنس میں آپ ناظم استقبالیہ تھے۔ اس کانفرنس کو شایانِ شان طریقے سے کامیاب بنانے کے لیے آپ نے خوب محنت سے کام کیا۔

آپ نے یورپ کا دورہ کر کے دیگر اقوام کی رفتارِ ترقی کا قریب سے مطالعہ کیا ہے۔ آپ نے ۱۹۶۷ء کو جنیوا میں امن بذریعہ قانون کی کانفرنس میں شرکت کر کے پاکستان کی نمائندگی کی اور وہاں آپ کی خدمات کو یورپ کے اخبارات نے سراہا۔ آپ قریباً ۶ بار عمرہ اور زیارات مقامات مقدسہ .... سے فیضیاب ہو چکے ہیں۔

قومی اسمبلی کے امیدوار مولانا عبیداللہ انور کے ساتھ لاہور کے حلقہ نمبر ۵ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے حصہ لے رہے ہیں۔ اور جمعیۃ کے ناظم انتخابات کے عہدے پر فائز ہو کر نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اسلامی آئین کیا ہے؟ اور پاکستان میں اسے کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے!

علامہ محمد اسد لیوپولڈ

ایک صحیح طور پر قائم شدہ اسلامی مملکت کی اطاعت ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ اور شہریت کے اس اصول کے عین مطابق ہے جسے ہر تہذیب یافتہ معاشرے میں بنیادی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں ایک بات خاص طور سے اہم ہے اور وہ یہ کہ اسلامی نظام اجتماع کے اندر اطاعت کا یہ فریضہ صرف اس وقت تک فریضہ تصور کیا جاتا ہے جب تک حکومت (یا امیر) کے کسی عمل سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یعنی جب تک حکومت کوئی ایسا حکم نہ دے یا ایسی باتوں کو قانوناً جائز نہ ٹھہرائے جو شریعت کے نزدیک ممنوع ہیں یا ایسی باتوں سے روکے جن کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ اس صورت میں حکومت کی اطاعت ملت پر فرض نہیں رہتی جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ "معاصی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے" (بخاری اور مسلم عن علی) "سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ خواہ وہ اسے پسند کرے یا ناپسند بشرطیکہ اسے گناہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے۔ لیکن اگر اس سے گناہ کرنے کے لیے کہا جائے تو اس صورت میں نہ سننا ہے نہ اطاعت کرنا" (بخاری اور مسلم عن ابن عمر)

لہٰذا جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے لیے حکومت کی اطاعت اس بات پہ مشروط ہوگی کہ خود حکومت کا طرزِ عمل شریعت کے بارے میں کیا ہے۔ بالفاظ دیگر رسول اللہ صلعم نے ملت کو حق دیا ہے۔ کہ اگر امیر احکام شریعت کی مخالفت یا روگردانی کرے تو اسے معزول کر دیا جائے۔ البتہ اتحاد ملی کے اس اصول کے پیش نظر جسے قرآن و سنت نے بار بار تاکیداً بیان کیا۔ یہ فیصلہ کرنا کسی ایک یا متعدد شہریوں کا کام نہیں۔ کہ ایک ایسے امیر کی اطاعت جو باقاعدہ اس منصب کے لیے منتخب ہوا کب اور کن حالات میں نہ مذہباً فرض رہ جاتی ہے۔ نہ از روئے اصول شہریت اس قسم کا فیصلہ ملت بہ حیثیت ملت ایک غیر معمولی اکثریت کی بنا پر ہی کر سکتی ہے۔ یعنی استصواب عام کے ذریعے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس استصواب کا حکم کون دے گا؟ امیر تو یہ حکم دے نہیں سکتا کیونکہ وہ خود ملزم ہے۔ اور اسی کا معاملہ فیصلے کے لیے درپیش ہے۔ بعض لوگ کہیں گے کہ اس صورت میں یہ اختیار مجلس شوریٰ کو ملنا چاہیئے۔ لیکن مجلس کا تعلق ریاست کے صرف قانونی امور سے ہے۔ انتظامات سے نہیں۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے ایک دوسری جماعت کی ضرورت ہوگی۔

اس کے لیے قرآن مجید کا یہ حکم ہمارے پاس موجود ہے "فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول" (۴: ۵۹) لیکن اگر تمہارا کسی بات پر نزاع ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو" لہٰذا ظاہر ہے کہ جب کبھی مجلس شوریٰ اور امیر یا امیر اور ملت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف رونما ہو۔ تو جانبین کا فرض ہے۔ کہ اس معاملے میں کسی غیر جانبدار مجلس کو اپنا حکم تسلیم کریں۔ پھر یہ کام اس مجلس کا ہوگا۔ کہ خدا اور رسول (یعنی قرآن و سنت) کی اس بارے میں جو رائے ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے امر متنازعہ فیہ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرے لیکن یہ مقصد ایک دارالقضائے عالی ہی کی وساطت سے پورا ہو سکتا ہے۔ اور اس لیے خیال ہوتا ہے آیت بالا کا اشارہ بھی اس کی طرف ہے

یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس دارالقضا کو وقت کے اکابر علماء پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ایسے علما جو قرآن و حدیث پر پورا پورا عبور رکھتے اور دنیا کے معاملات سے بھی خوب واقف ہوں۔ کیونکہ جہاں تک انسان کے لیے ممکن ہے صرف یہی لوگ بہ تیقن اس امر کا فیصلہ کر سکیں گے۔ کہ مجلس شوریٰ کا جو فیصلہ یا حکومت کی جو انتظامی کارروائی محل نظر ہے۔ وہ از روئے شریعت جائز تھی یا ناجائز اس امر کی بہرحال کوئی ضمانت نہیں کہ اس دارالقضاء کے تمام ارکان جو فیصلہ کریں گے اتفاق رائے سے کریں گے۔ البتہ اگر اتفاق رائے نہ ہو سکے تو پھر کثرت رائے کے اصول پر عمل کرنا پڑے گا۔ لیکن دارالقضا کا جو فیصلہ بھی ہوگا۔ ناطق ہوگا۔ اور اس کی پابندی حکومت اور ملت دونوں کو بہر صورت کرنا پڑے گی۔

خلاصہ یہ کہ دستور کی محافظت دارالقضائے عالی کے ذمے ہے۔ جس کے ارکان کا انتخاب مجلس شوریٰ امیر کی رائے سے کرے گی۔ دارالقضاء کو اختیار ہوگا۔ کہ (۱) ایسے تمام امور میں جو امیر اور مجلس شوریٰ کے درمیان مختلف فیہ ہیں اور جن کو جانبین میں سے کوئی دارالقضا کے سپرد کرے۔ قرآن و سنت کے منصوص احکام کے ماتحت اپنا فیصلہ دے (۲) خود اپنی طرف سے مجلس شوریٰ کے کسی قانونی فیصلے یا امیر کے انتظامی فعل کو جو اس کی سوچی سمجھی ہوئی رائے کے مطابق قرآن و سنت کے کسی منصوص حکم کے خلاف ہے رد کر دے اور (۳) اگر مجلس شوریٰ کی دو تہائی اکثریت امیر کے خلاف اس بنا پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کرے کہ اس کی حکومت شریعت کی کھلی کھلی نافرمانی کر رہی ہے تو امیر کی برطرفی کا مسئلہ طے کرنے کے لیے استصواب رائے عامہ کا حکم دے۔

آزادی رائے، مذہب، اور تعلیم عامہ

ان میں سے بعض حقوق بالکل ظاہر ہیں۔ مثلاً شہریوں کا یہ حق کہ نافذہ اور شوریٰ کی ہیئت ترکیبی میں از روئے انتخاب براہ راست حصہ لیں۔ علیٰ ہذا یہ کہ اگر حکومت شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرے۔ تو شہری بذریعہ استصواب عام اسے معزول کر سکتے ہیں۔ اور جس سے قدرتاً یہ ماننا لازم آتا ہے۔ کہ جب کبھی کسی شہری کو حکومت کے طرزِ عمل پر اعتراض ہو۔ تو وہ اس کی قانونی اور انتظامی روش پر رائے زنی کا مجاز ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات اور رسول پاک صلعم کی متعدد احادیث میں کہا گیا ہے۔ کہ کھلے کھلے ظلم اور جور کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا مومن کا فرض اولین ہے بالخصوص اس وقت جب ظالم صاحب حکومت ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "گمراہ حکومت کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ، عن ابو سعید الخدری) لیکن ظاہر ہے۔ کہ اس آزادی تنقید کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو حکومت کے خلاف اکسایا جائے کیونکہ اسلامی حکومت کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ بعض شہریوں کو اس کے احکام ناگوار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ وہ بات ہے۔ جس کی طرف نبی صلعم نے صاف صاف ان لفظوں میں اشارہ کر دیا تھا کہ اگر تم اپنی حکومت میں کوئی ایسی بات دیکھو جو تمہیں ناگوار گزرے تو صبر سے کام لو کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے الگ ہوا جاہلیت کی موت مرا (بخاری، عن ابن عباس) بالفاظ دیگر مسلمانوں کو اعمال حکومت پر نکتہ چینی کی اجازت دی گئی ہے تو بغاوت اور فتنہ و فساد کیلئے نہیں۔ اس لیے کہ اسلامی حکومت معزول ہوگی تو ملت کے مجموعی فیصلے سے۔ فرد محض اتنا ہی کر سکتا ہے کہ اگر اس کے نزدیک حکومت کی روش میں اصلاح کی توقع بے سود ہے۔ تو پوری ملت کو صلح صفائی کے ساتھ اس قسم کا کوئی فیصلہ دینے پر آمادہ کرے۔

لیکن یہ صرف حکومت ہی نہیں جس پر ملت کو جرح و نقد کا حق پہنچتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کا تو یہ بھی حکم ہے کہ جہاں کہیں شر نظر آئے اسے دور کر دو اور جہاں کہیں ممکن ہو جماعتی حالات کی اصلاح میں لگے رہو۔ پھر اس حق تنقید کے علاوہ جس کے بغیر ناممکن ہے کہ کسی قوم کے اجتماعی شعور میں کوئی صحیح نشو نما پیدا ہو۔

ہر شہری کا حق ہے کہ ملت کے سامنے نئے نئے افکار پیش کرتا رہے۔ اور ان پر علی الاعلان گفتگو کی جائے ورنہ ملت کی ذہنی ترقی رک جائے گی۔ صفحات ماسبق میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صحیح اسلامی زندگی کے لیے ان تمام معاملات میں اجتہاد کی مسلسل آزادی شرط ہے جو قرآن و سنت کے ناقابل اختلاف اوصاف و صریح نصوص کی رو سے واجب نہیں ٹھہرتے۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست کے شہریوں کا اساسی حق ہے کہ اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کریں۔ البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ آزادی ان خیالات کی تبلیغ و اشاعت کی آزادی نہیں جو اسلام کے خلاف ہوں اور اس لیے ہمارے دستور کو صاف صاف کرنا پڑے گا۔

"ہر شہری کو تحریراً اور تقریراً حق پہنچتا ہے کہ جماعتی معاملات میں جس پر چاہے اظہار رائے کرے۔ بشرطیکہ اس اظہار رائے کا یہ مطلب نہ ہو کہ (الف) لوگوں کو اسلامی عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ (ب) شریعت اسلامی کے خلاف اکسایا یا حکومت وقت کے خلاف بغاوت پر ابھارا جائے یا (ج) اس سے تہذیب و شائستگی کو صدمہ پہنچے۔"

اس دفعہ کی شق اول سے قطعی طور پر یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو اسلام کے خلاف تبلیغ اور یوں مسلمانوں کو اس امر پر آمادہ کرنے کا حق نہیں پہنچتا کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب قبول کریں۔ غیر مسلمانوں کو اس امر کی اجازت تو ہوگی کہ دوسرے غیر مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ لیکن وہ ان تصورات کے خلاف کیونکر زبان کھول سکتے ہیں۔ جن پر خود ریاست کی ہستی کا دار و مدار ہے۔ لہٰذا ہمیں دستور میں ذیل کی ایک دفعہ بھی رکھنی پڑے گی۔

"غیر مسلم شہریوں کو اس امر کی آزادی ہے کہ اپنے یا مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں مذہبی تبلیغ کریں۔ لیکن مسلمانوں میں کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ کرنا جرم قابل مواخذہ ہوگا اور اس کی قانوناً سزا دی جائے گی۔"

مسلم و غیر مسلم کا فرق

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قانون پھر ویسا ہی "امتیازی" ہے۔ کیونکہ جہاں مسلمانوں کو اجازت ہوگی کہ غیر مسلمانوں میں اسلام کی اشاعت کریں وہاں کسی غیر مسلم کو اختیار نہیں ہوگا کہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرے۔ لیکن اس سلسلے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ ایک تصوری اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان تھوڑا بہت امتیاز ناگزیر ہے۔ اگر اسلام ہمارے دستور کی اساس ہے تو کسی مسلمان کو اسلامی عقائد سے برگشتہ کرنا دستور کی اصل غرض و غایت کی نفی یعنی قانون کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ مزید برآں ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس قسم کے کسی قانون سے ریاست کی غیر مسلم اقلیتوں کے سود و بہبود پر کیا زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اصول قرآنی "لا اکراہ فی الدین" (۲:۲۵۶) (دین میں کوئی جبر نہیں) کی رو سے ریاست ان کی مذہبی آزادی ان کے معابد اور ثقافتی مصالح کے تحفظ کی ذمہ دار ہوگی۔ لہٰذا اس اصول کو صاف صاف دستور میں بیان کرنا پڑے گا۔

"ریاست اس بات کا ذمہ لیتی ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہبی عقائد اور مذہبی رسوم کی بجا آوری میں پوری پوری آزادی ہوگی اور وہ اپنی تہذیب و تمدن کے مسلمہ مقاصد کی تکمیل بھی کر سکے گا۔ غیر مسلمانوں کو ان کے ضمیر اور مرضی کے خلاف اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کسی غیر مسلمان کو جبراً مسلمان کرنا جرم قابل مواخذہ ہوگا اور اس کی قانوناً سزا دی جائے گی۔"

پھر اسلام نے مسلم اور غیر مسلم دونوں کو آزادی رائے اور آزادئ مذہب کا جو حق دیا ہے اس سے خواہ مخواہ یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کا ہر شہری ایک ایسے نظام تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ اس کا انتظام کرے جس کی بدولت مرد، عورت سب بے روک ٹوک اور مفت علم حاصل کر سکیں۔

اسلام نے حصول علم اور اس لیے تعلیم پر جو زور دیا ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں قرآن و سنت دونوں میں ایسے احکام کی کمی نہیں جن میں تحصیل علم کا ذکر آیا ہے۔ اور جو سب گویا بہ کمال خوبی آنحضرتؐ کے اس ارشاد میں جمع ہو گئے ہیں۔ "طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کل مسلم (ابن ماجۃ اور بیہقی عن انسؓ) علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جب کوئی ریاست اس لیے قائم کی جاتی ہے کہ اس کے قیام کا خود اسلام متقاضی ہے اور وہ اسلام کے قانون (شریعت) کو ملک کا قانون ٹھہرائے گی۔ تو اس کا فرض ہے کہ ہر مسلم اور مسلمہ کے لیے حصول تعلیم کو آسان ہی نہیں کرے بلکہ لازمی قرار دے۔ پھر چونکہ اسلامی ریاست کا یہ بنیادی اصول ہے کہ غیر مسلم شہریوں کو بھی زندگی کی تمام سہولتیں بہم پہنچیں اس لیے وہ ہر شہری کے لیے بلا تخصیص مذہب لازمی اور مفت تعلیم کا انتظام کرے گی۔ اندریں صورت ہمیں اپنے دستور میں ذیل کی دفعہ کا اضافہ کر لینا چاہیئے۔

"ریاست کے ہر علاقے میں سب شہریوں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ...... سال کی عمر سے لے کر ...... سال کی عمر تک لازمی اور مفت تعلیم دی جائے گی۔ اور حکومت کا فرض ہوگا کہ مدارس کے قیام و انصرام کی مناسب ذمہ داری لے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے نصاب تعلیم میں دینیات کو جزو لازم قرار دیا جائے گا۔ نیز ایسے مدارس میں جو حکومت کے ماتحت ہیں۔ غیر مسلمانوں کے لیے خود ان کے عقائد کے مطابق مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا ضروری ہوگا بشرطیکہ وہ اس کا مطالبہ کریں۔"

اوپر کی دفعہ سے یوں کہنا چاہیے کہ تقریباً ۱۴ سال کی عمر تک ابتدائی تعلیم کا انتظام ہو جاتا ہے۔ رہی اعلیٰ تعلیم سو اس کے لیے بھی دستور میں مناسب گنجائش رکھی جا سکتی ہے۔ تاکہ اگر امیر و غریب چاہیں۔ تو بغیر کوئی تکلیف یا مشکل اٹھائے آسانی سے حاصل کر سکیں۔

ریاست اور شہری

اسلامی ریاست کے مفاد کو بہ حیثیت مجموعی اپنا ذاتی مفاد تصور کرنا ہر مسلمان کا قانونی ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے اور اس کی وجہ یہ کہ اسلامی ریاست کو "خلیفۃ اللہ فی الارض" قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ اسلامی ریاست کا یہ مطالبہ کہ اس کی اطاعت ہر شہری پر مطلقاً واجب ہے۔ صرف اس جہت سے پورا نہیں ہوگا۔ کہ شہریوں پر ریاست کی طرف سے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں یا وہ انہیں کیا آزادی دیتی ہے۔ بلکہ خود ریاست کو بھی شہریوں کی خاطر چند قطعی فرائض اپنے ذمے لینا پڑیں گے ان میں سے ایک فریضہ شہریوں کی حفاظت کا ہے۔ جیسا کہ اسلام کا عام اصول ہے رسول پاک صلعم نے حجۃ الوداع پر عرفات میں اپنا مشہور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ "تمہیں ایک دوسرے کی جان اور مال کی ویسے ہی حرمت کرنا ہوگی۔ جیسے اس دن کی" (مسلم عن جابر بن عبد اللہ) لہٰذا حضور نبی صلعم کے اس ارشاد اور قرآن و سنت کے دوسرے احکام کے پیش نظر ہمیں اپنے دستور میں ذیل کی دفعہ کا اضافہ کرنا پڑے گا۔

"کسی شہری کی جان مال اور آزادی سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اور سوائے اس کے کہ قانون کا تقاضا ہو اس کی جان، مال اور آزادی ہر طرح سے محفوظ رہے گی۔"

معاشی کفالت اور حکومت

لیکن ریاست پر شہریوں کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ صرف اس دفعہ سے پوری نہیں ہو جاتیں۔ کیونکہ جان اور مال کا تحفظ ایک ایسی ذمہ داری ہے۔ جس کا تعلق اس چیز سے ہے جو گویا پہلے سے موجود تھی۔ لہٰذا اگر ریاست مطالبہ کرے کہ اسے ہر شہری سے غیر مشروط اطاعت کا حق حاصل ہے۔ تو اسے ان کے سود و بہبود کے لیے کچھ اور بھی کرنا پڑے گا۔ بالفاظ دیگر ریاست کا فرض ہے۔ کہ ہر شخص کے لیے معاشی سہولتیں پیدا کرے۔ اور یہ وہ بات ہے جسے رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث میں کیا خوب ادا فرمایا۔ "تم میں سے ہر شخص راعی ہے۔ اور اپنی رعیت کا ذمہ دار، امام (حکومت) راعی ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار، مرد گھر میں راعی ہے اور اپنے گھر کا ذمہ دار، عورت اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی راعی ہے اور ان کی ذمہ دار، نوکر آقا کے مال کا راعی ہے اور اس کا ذمہ دار، یاد رکھو تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔"
(بخاری اور مسلم عن عبد اللہ بن عمر)

قارئین کرام نے ملاحظہ کیا کہ اس حدیث میں حکومت

پر شہریوں کی طرف سے جو فریضہ عائد ہوتا ہے۔ اسے وہی حیثیت دی گئی ہے۔ جو باپ یا ماں کی خود اپنے بچوں کے متعلق ذمہ داری کی ہے۔ جس طرح باپ اپنے بچوں کا راعی یعنی محافظ ہے۔ اور اخلاقاً اور شرعاً اس بات پر مجبور کہ بچوں کی حفاظت اور پرورش کا کفیل ہو۔ بعینہ حکومت بھی اخلاقاً اور شرعاً ہر شہری کے سود و بہبود کی ذمہ دار ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھے گی۔ کہ اس کا معیار زلیست جیسا کہ انصاف کا تقاضا ہے۔ ایک خاص سطح سے نیچے نہ گرنے پائے۔

یہ اس لیے کہ ہم مسلمان گو زندگی کو صرف معاشی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے قائل نہیں کیونکہ زندگی کی حقیقی قدریں روحانی ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو بھی غلط قرار دیتے ہیں۔ کہ روحانی صداقتوں کو زندگی کے طبیعی حقائق سے بالکل الگ تھلگ رکھا جائے۔ اسلام کا تصور معاشرے کے متعلق یہ ہے۔ کہ وہ صرف "روحانیات" ہی میں نہیں زندگی کی مادی ضروریات میں بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ دے۔ لہٰذا ایک صحیح اسلامی ریاست کا مدعا جب ہی پورا ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں تمام اجتماعی معاملات اس طرح سر انجام ہوں کہ ہر مرد و زن کو معاش کی طرف سے کم از کم دلجمعی کے بغیر نہ حقیقی آزادی ممکن ہے نہ صحیح روحانی ارتقا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ریاست ہر شہری کے لیے بے فکر زندگی کا انتظام کرے یا اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف انتہائی دولت و ثروت ہو اور دوسری جانب کمر شکن افلاس۔ ثانیاً یہ کہ ریاست کے تمام مادی وسائل سے اس طرح کام لیا جائے کہ ہر شہری کو بشرطیکہ وہ کام کرنے کے لیے تیار اور اس کا اہل ہے۔ یہ احساس رہے کہ اسے ایک معقول معیار زلیست کے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔ مزید یہ کہ اس کا یہ حق دستور میں از روئے قانون تسلیم کر لیا جائے۔

ننگے بھوکوں کا ہجوم اور اسلامی حکومت

جب تک ریاست اس بات کا انتظام نہیں کرتی کہ اس میں ہر شہری کو معاش کی طرف سے اطمینان ہو گا۔ ہم اس کو اسلامی نہیں کہہ سکتے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔

"اہل ایمان ایک دوسرے کے لیے ایسے ہیں۔ جیسے عمارات کے لیے اس کے حصے ہر ایک کو دوسرے سے مدد پہنچتی ہے" (بخاری اور مسلم، عن ابی موسیٰ) اور مزید کہ وہ مومن نہیں جو خود اپنا پیٹ بھرے جب کہ اس کا ہمسایہ بھوکا رہتا ہے (البیہقی عن ابن عباس) اور یہ کہ اہل ایمان ایک جسم واحد کی طرح ہیں۔ اگر آنکھ کو تکلیف ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہے (مسلم عن نعمان بن بشیرؓ)

لہٰذا عمرانی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام سے ہمیں جو زبردست سبق ملتا ہے وہ یہ کہ اس معاشرے میں مسرت اور شادمانی کی اُمید رکھنا فضول ہے جو اس ناانصافی کو روا رکھتا ہے کہ اس کے کچھ افراد تو نا واجب طور پر افلاس اور ناداری کا شکار ہیں در آں حالیکہ دوسروں کے پاس ضرورت سے بھی زیادہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض غیر معمولی واقعات کی بدولت جب ساری جماعت عسرت اور تنگی میں مبتلا ہو تو یہی عسرت و تنگی روحانی قوت اور آئندہ عظمت کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی قوم کے معاشی وسائل کی تقسیم ایسی ناہموار ہو کہ اس کے کچھ حلقے تو ناز و نعمت کی زندگی بسر کریں اور عام لوگوں کا یہ حال کہ پیٹ بھرنے کے لیے خون پسینہ ایک کر دیں تو یہی عسرت روحانی ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو گی۔ اور بعض اوقات قوم کی قوم کو اللہ کے راستے سے ہٹا کر مادیت کی بھٹی میں جھونک دیتی ہے جس میں روح اور ضمیر سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہی بات تھی۔ جس کے پیش نظر آنحضرت صلعم نے فرمایا "ہو سکتا ہے۔ فقر (ناداری) کفر بن جائے" لہٰذا اسلامی ریاست کا فرض ہے۔ کہ بہ حیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض عدل و انصاف سے کام لے اور دیکھے کہ ہر شہری مرد، عورت، بچے کے پاس گذر اوقات یعنی کھانے پینے، پہننے اور رہنے سہنے کا معقول انتظام ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ دولت کو سرے سے موقوف کر دیا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ افلاس اور ناداری کو موقوف ہو جانا چاہیئے۔ اس لیے کہ دولت و ثروت کے درمیان افلاس اور ناداری سے اسلام کے اصول اخوت کی جس پر گویا اس کی بقا کا دار و مدار ہے نفی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس اسلامی اصول کے ماتحت ہم اپنے دستور میں ذیل کی دفعہ کا اضافہ کریں گے:

"ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کہ ہر شہری کا یہ حق تسلیم کرے کہ

(الف) جب تک وہ کام کرنے کا اہل اور تندرست ہے۔ اسے کوئی نہ کوئی بار آور اور آمدنی خیز کام ملتا رہے گا۔

(ب) دوران علالت میں مفت اور مناسب طبّی امداد حاصل رہے گی اور

(ج) ایسے حالات میں جب علالت مجبورانہ بے روزگاری پیرانہ سالی یا صغر سنی کے باعث وہ کسب معاش سے معذور ہے۔ اس کیلئے خوراک لباس اور مکان کا انتظام کیا جائے گا۔ کوئی شہری جب کہ دوسروں کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے ننگی بے جا عسرت اور تنگی کا انسداد لازمی اور مفت سرکاری بیمے کے ذریعے کیا جائے گا۔ تاکہ ہر شہری کے لیے اقل قلیل گذارے کا جس کی تعیین حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے از روئے قانون کی جائے گی انتظام ہو جائے"

عوام کی خوشحالی کا بیمہ

اس دفعہ کے ماتحت عام سرکاری بیمے کی ایک بہت بڑی تجویز پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس کے لیے امیر اور خوش حال طبقوں سے زکوٰۃ کے علاوہ ہمیں جائداد پر بھی مزید ٹیکسوں کے ذریعے معقول سرمایہ بہم پہنچانا پڑے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

"مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے" (ترمذی اور ابن ماجہ عن فاطمہ بنت قیس) پھر کہیں قارئین کو یہ خیال نہ گذرے، کہ عام سرکاری بیمے کی یہ تجویز عہد حاضر کی ایجاد ہے اس سلسلے میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ اس تجویز پر اس وقت بھی عمل ہو رہا تھا۔ جب ابھی اس کا نام وضع نہیں ہوا تھا اور نہ مغربی ممالک نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔ ہمارا مطلب ہے خلفائے اربعہ کے زمانے میں۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ۲۰ھ میں ایک خاص محکمہ یعنی دیوان حکومت اس غرض سے قائم کیا کہ برابر برابر وقفوں پر آبادی کی باقاعدہ مردم شماری ہوا کرے۔ پھر یہی مردم شماری تھی۔ جس کی بنا پر

(الف) بیواؤں اور یتیموں۔

(ب) ان تمام صحابہ کے لیے جو نبی صلعم کے زمانے میں اسلام کی خدمت میں پیش پیش تھے اور جس کی ابتدا امہات المومنین، اہل بیت، اصحاب بدر شروع شروع کے مہاجرین اور انصار وغیرہ سے کی گئی اور

(ج) ہر قسم کے معذور، بیمار اور بوڑھوں کے لیے سالانہ وظائف مقرر کیے، کم از کم وظیفہ جو اس تجویز کے ماتحت دیا جاتا تھا ۲۵۰۰ درہم سالانہ تھا۔ رفتہ رفتہ نومولود بچوں کے لیے بھی باقاعدہ وظیفہ مقرر ہوا۔ جو ان کے والدین یا ولیوں کو دیا جاتا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں جناب فاروقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"اگر میں زندہ رہا تو دیکھوں گا کہ صنعا کے پہاڑوں میں تن تنہا پھرنے والے چرواہے بھی امت کی دولت سے اپنا حق وصول کرتے ہیں" (ملاحظہ ہو ابن سعد ج ۳ حصہ اول ص ۲۱۳-۲۱۷)

حضرت عمرؓ نے تو اس معاملے میں تیس تیس آدمیوں پر تجربہ بھی شروع کر دیا تھا تاکہ اس امر کا اندازہ ہو جائے۔ کہ ایک آدمی کو اپنی طاقت اور صحت قائم رکھنے کے لیے اوسطاً کتنی خوراک کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ان تجربات کی بنا پر انہوں نے حکم دیا کہ ملک بھر میں ہر مرد، عورت کو بیت المال سے گیہوں کی ایک مخصوص مقدار ماہ بہ ماہ ضرور ملا کرے جو اس کے دو وقت کھانے کے لیے کافی ہو (ابن سعد ج ۳ حصہ اول ص ۲۱۹-۲۲۰)

لیکن ابھی حضرت عمر عام سرکاری بیمے کی اس عظیم الشان تجویز کا اہتمام کرنے نہیں پائے تھے۔ کہ قاتل کے خنجر نے ان کی مقدس زندگی ختم کردی ؛

اگر پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا ہے

یہاں ان شرعی اُصولوں کی بحث ختم ہو جاتی ہے جن کو ہم نے اساسی قرار دیا تھا۔ اور جن کا پاکستان کے دستور میں، اگر پاکستان کو نام کی بجائے فی الحقیقت ایک اسلامی ریاست بنانا ہے، شامل کر لینا ضروری ہوگا۔ پھر جیسا کہ قارئین دیکھ آئے ہیں راقم الحروف نے اس دستور کا مسودہ تیار کرنے کی کوشش نہیں کی اس لیے کہ ہمارے نزدیک یہ کام شوریٰ، یعنی باقاعدہ انتخاب شدہ مجلس دستور ساز کے کرنے کا ہے ہم نے صرف یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ قرآن و سنت سے ہمیں ایک سیاسی قانون کا نہایت صاف صاف اور واضح خاکہ مل جاتا ہے۔ جس کی تفصیل اور جزئیات کی خانہ پُری ہر زمانہ اپنے اجتہاد سے کرے گا۔ پھر قرآن و سنّت یعنی اسلام کے ان دو مآخذ میں اس قانون سیاست کی موجودگی سب سے بڑی دلیل ہے ان لوگوں کے خلاف جو اپنے شوق تجدد میں اس بات کے خواہشمند ہیں کہ پاکستان کے آیندہ دستور کو ریاست کے غیر اسلامی تصورات کے ماتحت لے آئیں۔ اس طرح وہ گویا دبی زبان سے اسلام کے اس دعوے کا انکار ہی نہیں کر رہے کہ اس کے تصورات ہر اعتبار سے جامع اور کامل و مکمل ہیں۔ بلکہ پاکستان کے حقیقی تصور کو بھی نلیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہماری ریاست کی تشکیل اور رہنمائی کا دار و مدار اسلام پر نہیں تو پھر ایک "اسلامی" ریاست کی ضرورت ہی کیا ہے؟

لیکن یہی نکتہ ہے جو ہمارے نام نہاد "روشن خیال" طبقے کی سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ایک ایسی ریاست کے لیے جو کسی دینی جماعت کے نام پر اور اس کی خاطر سے وجود میں لائے لازماً تصوراتی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی تاسیس کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

لہٰذا راقم الحروف کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ جو اس وقت ہماری مجلس دستور ساز کے ارکان کو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ریاست اور قوم کے معاملے میں ان کے افکار کا رُخ مغرب کی بجائے اسلام کی طرف پھر جائے۔ لیکن سر دست ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ مرد، عورتیں سب اندھا دھند مغربی خیالات کی رَو میں بہ رہے ہیں اور بھولے پن سے یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز مغرب سے آئے۔ وہ لامحالہ وقت کے "مطابق" ہوگی۔ رفتہ رفتہ اس خیال کے ماتحت جس کی وجہ ہے اسلام سے ناواقفیت اور بے اعتنائی وہ ملّت اسلامیہ کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے یا آگے چل کر ہوگا۔ اس پر بھی یونہی بے سوچے سمجھے مغربی مصطلحات اور مغربی تصورات کا اطلاق کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی اسلام کے اصول مساوات اور حریت سیاسی پر زور دینے کا موقع آتا ہے اور وہ بھی غیر مسلمانوں کے سامنے تو ہمارے یہ افرنجیت مآب دوست قطعی طور سے سمجھ لیتے ہیں کہ مغربی جمہوریت اور ریاست کے اسلامی تصور میں کوئی فرق نہیں۔ ایسے ہی اگر معاشی انصاف کا مسئلہ زیر بحث آئے۔ جس پر قرآن مجید نے بار بار اور نہایت زوردار الفاظ میں اصرار کیا ہے تو یہ حضرات اپنی کور چشمی سے فوراً کہہ اُٹھتے ہیں کہ قرآن پاک کا اُصول انصاف محض ایک آغاز تھا ارکسی اشتراکیت کی کسی ایک یا دُوسری شکل کا اور پھر دونوں صورتوں میں ان کی دلیل یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر اسلام نے مغربی غور و فکر کے ان دو مظاہر کی سرتاسر متابعت نہیں کی تو اس کو زمانے کے مطابق ٹھہرانا مشکل ہو جائے گا انہیں اس بات کا خیال ہی نہیں آتا کہ خود اپنے غور و فکر سے کام لے کر اتنا معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ آیا اسلام نے سرمایہ دارانہ جمہوریت جو استحقاق دولت پر مبنی ہے اور اس لیے حقیقی جمہوریت سے بہت دُور ہو یا مارکسیت جسے زندگی کی روحانی قدروں سے انکار ہے اور چاہتی ہے کہ انسانی مُعاشرہ دیمک کے گھر یا شہد کے چھتے کی صورت اختیار کرے دونوں کے مقابلے میں ایک اپنا بدل پیش کیا ہے یا نہیں۔ یوں ان کے دل و دماغ پر ہمیشہ مغربی خیالات چھائے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ "عوام" کی خاطر اسلامی اصطلاحات میں گفتگو کرتے ہوئے بھی ان کے ذہن میں مغرب کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اسلامی اصطلاحات میں اس لیے کہ عوام کو باوصف جہالت اگر دلچسپی ہے تو زیادہ تر اسلام ہی کے عملی امکانات سے وہ مذہبی فرائض کی بجا آوری میں بے شک سستی اور تساہل سے کام لیتے اور بعض اوقات ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں جن کی اسلام مطلق اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ان کے دل کے کسی مخفی گوشے میں اسلام سے عشق کی ایک چنگاری دبی ہے کہ ادھر اسلام کے لیے کوئی نتیجہ خیز ولولہ پیدا ہوا اور ادھر یہ چنگاری بھڑک اٹھی برعکس اس کے ہمارے "ترقی پسند" مفکرین میں سے اکثر کے نزدیک یہ ممکن ہی نہیں کہ مستقبل قریب میں اسلام کو سر دست کوئی عملی جگہ دی جا سکے۔ ان "ترقی پسند" حضرات میں سے بعض کو اس سے کچھ جذباتی تعلق ضرور ہے لیکن وہ اپنی مغربی تعلیم اور مغربی طرز معاشرت کے زیر اثر اس بات پر مجبور ہیں کہ اسلام کو ایک "ناقابل عمل خیال پرستی" سے تعبیر کرتے ہوئے عملی سیاسیات میں مغرب کی ویسی ہی کورانہ تقلید کرتے رہیں جیسے بھیڑوں کا گلہ اپنی رہنما بھیڑ کی۔

یوں بھی اس خطرے کے علاوہ جو مغرب کی سیاسی اور اجتماعی صورت حالات میں صاف صاف جھلک رہا ہے۔ ہمارا مطلب ہے قوموں کی اندرونی کشاکش اور باہمی جنگوں۔ اجتماعی اخلاق کے زوال سرمایہ داری کی معاشی ناانصافی اور جیسا کہ اشتمالیت کا تقاضا ہے حریت ذات کے خاتمے سے ایک اور وجہ بھی ہے، نہایت اہم وجہ جس کی بنا پر لازم آتا ہے کہ مغربی دُنیا کی مخصوص سیاسی تشکیلات سے کنارہ کشی کی جائے۔ اور یہ کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو یہ موقع کبھی نہیں ملا تھا کہ اپنی لوح دل کو ہر بات سے پاک و صاف کرتے ہوئے خود اپنے آپ اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں پر جو دُنیا کے دُوسرے حصّوں میں آباد، تذبذب اور ہزیمت خوردہ ذہنیت کا شکار ہو چکے ہیں، یہ ظاہر کر دیں کہ اسلامی شریعت محض خشک تصورات اور چکنے چپڑے وعظ و نصیحت کا مجموعہ نہیں بلکہ حیات انسانی کا ایک زندہ اور متحرک لائحہ عمل ہے وہ لائحہ عمل جو اپنا آپ مختار اور ہر قسم کی وقتی "صُورت بندیوں" سے آزاد ہے۔

لہٰذا ہر حالت اور ہر زمانے میں قابل عمل اس لائحہ عمل سے ملت کو اپنے ارتقا اور نشو و نما کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ برعکس اس کے یہ وہ لائحہ عمل ہے جس پر چل کر وہ دُنیا بھر میں سب سے زیادہ ترقی پذیر سب سے زیادہ خود اعتماد اور سب سے زیادہ طاقت ور جماعت بن جائے گی ؛

مرکز اعلیٰ خاکسار تحریک نے جمعیۃ علماء اسلام کی حمایت کا اعلان کر دیا

خاکسار تحریک کے مرکز اعلیٰ کے ایک پریس نوٹ میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے امیدواروں کی حمایت کا اعلان کیا گیا ہے۔ پریس نوٹ میں جن امیدواروں کے باقاعدہ نام اشاعت کے لئے دیئے گئے ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے

۱ ہزارہ - مولانا غلام غوث ہزاروی
۲ ڈیرہ اسمٰعیل خان - مولانا مفتی محمود
۳ لاہور مولانا عبید اللہ انور
۴ لائلپور مولانا ضیاء القاسمی
۵ جہانیاں قاری نور الحق ایڈووکیٹ
۶ کوٹ ادو مولانا دوست محمد قریشی
۷ رحیم یار خان شیخ الفاضل مولانا عبد اللہ درخواستی
۸ ملتان ۱۲۰ شیخ محمد یعقوب۔

جمعیۃ علماء اسلام کا نصب العین
اور
جمہوریت اور سوشلزم پر اسلام کی برتری

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ

اسلام کا شورائی نظام اور مغربی جمہوریت

یورپ نے اسلام کو دیکھا کہ اس میں سارے کام مشورے سے ہوتے ہیں اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی بڑے سے بڑے آدمی کی گرفت کر سکتا ہے تو انہوں نے اس کو دیکھا دیکھی جمہوریت قائم کر لی۔ کہ سب قوموں کے نمائندوں کے مشوروں سے کام ہو۔ مگر نقل میں غلطی یہ ہوئی کہ اسلام تو خدائی اور آسمانی مذہب تھا اس کے صریح احکام میں تو مشورے کی ضرورت ہی نہ تھی اور یورپ نے تمام کاموں میں مشورہ لازمی قرار دے دیا۔ دوسرے، اسلام کے اندر سب کے حقوق اور حدود مقرر تھیں۔ ان حقوق و حدود سے تجاوز کرنے پر ہر غریب، ہر امیر کو ٹوک سکتا اور اس کو خدا تعالیٰ کے احکام کی طرف بلا سکتا تھا۔ مگر یورپ کے ہاں مذہب تو پہلے ہی سے نہ تھا اور نہ ان میں حقوق کا تعین تھا۔ یہ سب کچھ ان کو اپنی ناقص رائے سے کرنا پڑا۔ اس لئے ان کی جمہوریت ناقص خلاف فطرت اور خدا تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہو گئی۔ اسلام میں شورائی نظام ہے یعنی امیر ارباب بست و کشاد سے مشورہ کرنے کا پابند ہے لیکن یہ تمام مشورے شرعی حدود کے اندر ہی ہو سکتے ہیں خدا اور رسولؐ کے احکام کے خلاف کسی مشورہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس طرح ایک تو اہل شوریٰ کا کام بھی ہلکا ہو جاتا ہے اور دوسرے خواص کو شرعی حدود کے اندر رکھنے کی سعی میں طبائع پر بوجھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ بہرحال یورپ کی جمہوریت اسلام کی غلط نقل ہے بلکہ اس میں عوام کی اکثریت کے فیصلہ کو خدائی فیصلہ پر ترجیح دی جاتی ہے یہ قطعاً کفر ہے۔

اسی طرح روس کا کیمونزم اسلامی مساوات کی غلط نقل ہے بلکہ روسیوں نے مذہب کے غلط علمبردار راس پوٹین اور زارِ روس کی ملی بھگت سے متاثر ہو کر مذہب ہی کو خیرباد کہہ دیا۔ اب ان کی مساوات انسانی عقل کی پیداوار تو ہو سکتی ہے مگر خدائی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ نے بندوں کی شکلیں، صورتیں اور اخلاق و عادات جدا جدا بنائے۔ اسی طرح ان کی قابلیتیں اور ذہنی طاقتیں بھی متفاوت ہیں۔ ان سب کو ایک درجہ دے دینا اور سب کے لئے ایک ہی قانون بنا دینا کہ سب ہل چلاؤ اور کھانا کھاؤ فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

چین کا سوشلزم

یہی حال سوشلزم کا ہے۔ سوشلزم کی بنیاد اجتماعی معاشیات پر ہے کہ اقتصادیات کا نظام سب کے لئے یکساں ہو۔ جس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ ذرائع پیداوار سب سرکاری ہوں اور عوام کو اپنی اپنی محنت یا ضرورت کے مطابق کچھ کھانے اور پہننے کو دیا جائے۔ سوشلسٹ گورنمنٹ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی بنیاد صرف اقتصادیات پر ہو۔ اس میں مذہب کا تصور لازمی نہیں ہے۔ یعنی ایسی حکومت جو عوام کو روٹی کپڑا اور مکان مہیا کرے، ان کی تعلیم و علاج کا انتظام کرے۔ اس میں دین یا روحانیت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام حکومت کی بنیاد ہی مذہب پر رکھتا ہے اور اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ ایسی حکومت قائم ہو جو بندوں سے خدائی احکام کی تعمیل کرائے۔ دراصل سوشلزم کے بانیوں نے اسلامی مساوات کو دیکھ کر اس کو رائج کرنا چاہا مگر خدائی رہنمائی کے بغیر وہ قعر ضلالت میں گر گئے اور انسانی معراج کی حقیقت سے کورے رہ گئے۔ الٹے کفر و الحاد کا شکار ہو گئے چین کا یہ سوشلزم بھی روسی انقلاب ہی کا عکس ہے۔

کمیونزم و سوشلزم

چونکہ روسی عوام نے بہت دیر تک ظالم بادشاہیت کو نیز غلط مذہب کو برداشت کیا۔ اس لئے جب وہاں اس کا ردِ عمل شروع ہوا تو وہ بھی سخت تھا۔ اس لئے انہوں نے علی الاعلان مذہب اور ہر طرح کی امتیازی شان کا انکار کر دیا اور غلط کار لیڈروں کے تحت روسی عوام پھر چینی عوام حقیقت سے بہت دور جا پڑے۔

اسلامی نظامِ حکومت

ان سب کے مقابلے میں اسلامی نظام حکومت کا مطالعہ کریں۔ اس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس کی اساس خدائی احکام پر رکھی جاتی ہے۔ جتنا کوئی زیادہ علم و عمل دیانت و امانت تجربہ و مہارت رکھتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ وہ حکومت میں ذمہ دار بننے کا اہل سمجھا جاتا ہے اور جو حکومت اس طرح کے ذمہ دار افراد سے بنتی ہے یا وہ حکومت بناتے ہیں۔ اس کا پہلا کام خدائی حقوق اور عبادات کا انتظام اور بندوں کے حقوق یعنی اقتصادیات کا انصرام ہوتا ہے۔ لوگوں کا تعلق خدا تعالیٰ سے بھی قائم رہے اور معیشت میں بھی مطمئن ہوں۔ اس کے بعد اسلامی حکومت کا کام تمام اچھی باتوں کا اجراء اور تمام برائیوں کا استیصال ہوتا ہے جس سے سارا ملک جنت نشان بن سکتا ہے۔ اس کی

طرف قرآن پاک کی اس آیت میں ارشادات ہیں:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ

ترجمہ: (یہ صحابہ) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دے دیں تو یہ نمازیں قائم کریں گے، زکاتیں دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔

اس میں نماز سے عبادات کا نظام اور زکاۃ سے اقتصادی نظام کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ پھر تمام ملک کو اچھائیوں سے بھر دینا اور برائیوں کا قلع قمع کر دینا ہی اسلامی حکومت کا اصلی نصب العین ہے۔ اسلام میں اصل مقاصد ہی یہ ہیں۔ اور اگر ایمان کامل و اعمال صالح کے انعام میں اللہ تعالےٰ حکومت عطا فرما دیں تو اس حکومت کو بھی یہی کام کرنے پڑیں گے۔

جمعیۃ علماء اسلام کا نصب العین

کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام لاکھوں نیک اور باعمل علماء کے اشتراک سے اسی نصب العین کی طرف بڑھ رہی ہے جمعیۃ علماء اسلام اس ملک میں ربانی دستور لانا چاہتی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام اس ملک میں اسلامی قانون جاری کرنا اور اسلامی عدل و مساوات لانا چاہتی ہے۔ جس میں نہ رشوت ہو نہ سود، ظلم ہو نہ ستم، نہ کسی کی جائیداد چھینی جائے نہ اراضی، امیر و غریب کے لئے ایک قانون ہو۔ دونوں کے ساتھ انصاف ہو، عوام کو ضروریات زندگی مہیا کی جائیں، مزدوروں، کسانوں اور محنت کشوں کو اسلامی حدود کے اندر مطمئن کر کے کمیونزم کا خطرہ روکا جائے قرآنی احکام کے مقابلہ میں کثرت آرا سے فیصلہ کر کے اس کو جمہوریت قرار دینے کے دھوکے سے قوم کو نکالا جائے۔ سوشلزم اور کمیونزم کو مشکلات کا علاج سمجھنے کی بجائے اسلام پر مکمل عمل کے ذریعہ تمام مشکلات پر قابو پایا جائے اور دیباچہ میں مذکور خیر القرون کے عمل کی روشنی میں پاکستان کو جنت نشان بنایا جائے۔

بعض عرب ممالک

بعض عرب ممالک میں عرب سوشلسٹ حکومت قائم ہے مگر ان ملکوں میں نہ اسلام کا انکار ہے نہ خدا کا۔ یہ لوگ دین کو مانتے ہوئے بڑی سے بڑی سرمایہ داری پر ضرب لگاتے ہیں مثلاً مصر میں زمین کی ملکیت کی حد دو سو ایکڑ مقرر کی گئی ہے اور پچاس فیصد نمائندگی پارلیمنٹ میں کسانوں کو دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سرمایہ دار کے مقابلہ میں پارلیمنٹ کے ممبر نہیں بن سکتے ان کے حقوق محفوظ کر لئے گئے۔ جو بڑے سرمایہ دار (اور لینڈ لارڈ) اپنی جائدادوں کو بڑھانے یا حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے باہر کی دشمن حکومتوں سے سازباز کرتے ہیں ان کی قوت کو توڑ کر ان کی ملکیت اور جائداد دو سو ایکڑ تک محدود کر دی جاتی ہے۔

اسلام میں اس طرح کی ملکیت کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی اور ناگزیر حالات میں حکومت کو بہت سے اختیارات دیے گئے ہیں مگر ان کا استعمال غایت احتیاط کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

عربوں کے خلاف پروپیگنڈا

اس وقت عربوں کے خلاف یہودیوں کو امریکہ گروپ ہر طرح مدد دے رہا ہے اور خطرناک ہتھیاروں سے یہود کو مسلح کر کے اسلام کے مٹانے کی منحوس کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اب یہودیوں نے ہمارے قبلہ اوّل کو شہید کر کے ہماری غیرت کو چیلنج کیا ہے اور یہودیوں نے اپنی حکومت کا جو تازہ نقشہ بنایا ہے اس میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو اپنی حکومت میں دکھایا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری غیرت کے لئے اور کیا چیلنج ہو سکتا ہے جس کے مقابلہ میں وہ عرب روس اور چین سے ہتھیار حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ چین نے پچاس ہزار گوریلے عربوں کو ہتھیار مہیا کئے ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو دوسری صورت یہی ہے کہ وہ یہود و امریکہ کے سامنے توبہ کریں اور امریکی سامراج کے غلام بن کر یہود کی برتری مان کر ذلیل زندگی گذاریں اور سارا عالم اسلام ختم کر دیا جائے۔

پاکستان کے اندر بعض پارٹیاں امریکہ کے گن گاتی اور چین و روس کے خلاف نفرت پھیلاتی ہیں۔ حالانکہ کفر میں روس، چین اور امریکہ سب برابر ہیں۔ مگر امریکہ کی پشت پناہی سے کل بھارت نے ہم کو ذلیل کرنا چاہا جس میں امریکہ کی سکیم کو خدا تعالےٰ نے ناکام کر ڈالا، پھر یہود سے عربوں پر حملہ کرایا اور اب تک ان کو ہتھیار دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہم امریکہ کی مخالفت تو کر سکتے ہیں مگر چین کو کیسے گالیاں دیں۔ جن ملکوں سے عربوں کا معاہدہ ہے اور وہ مسلسل ان کو امداد دے رہے ہیں مگر ان کے خلاف کیسے اعلان جہاد کر سکتے ہیں۔ ہاں چینی نظریات یا روسی نظریات کمیونزم ہوں یا سوشلزم اس کو ہم اس ملک میں رائج نہیں ہونے دیں گے۔ ہم یہاں اسلامی اور صرف اسلامی نظام چاہتے ہیں اور اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام قائم کرنے کے متمنی ہیں۔ دراصل عربوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے امریکی ایجنٹ اور سرمایہ داروں کے نمک خوار ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کے خلاف پروپیگنڈا

امریکی ایجنٹوں کو جمعیۃ علماء اسلام کے خلاف اور کوئی ہتھیار ہاتھ نہیں آیا تو انہوں نے یہ بکواس شروع کر دی کہ جمعیۃ علماء اسلام سوشلسٹ ہو گئی ہے۔ ہزاروی سوشلسٹ ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں ہمارے لئے یہ آیت پڑھ دینی کافی ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بلکہ یہ امریکی ایجنٹ یہاں تک جھوٹ بکتے ہیں کہ جمعیۃ علماء اسلام اقتدار پر آ گئی تو وہ لوگوں سے زمینیں چھین لے گی۔ خدا جانے اس جھوٹ کے بدلے ان کو امریکہ سے کتنا مال ملتا ہے جس سے یہ اپنا تنور شکم گرم کراتے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کا منشور موجود ہے۔ اس کو پڑھیں اور ایمان تازہ کریں۔ علماء حق نے اس میں اسلام کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ چھوٹے زمینداروں کا مالیہ معاف کر دیا

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

مفتی محمود صاحب کی شخصیت

ڈاکٹر احمد حسین کمال

قائد جمعیتہ مولانا مفتی محمود صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے حلقہ سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے حصہ لے رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر بھٹو، اور سابق سکرٹری داخلہ مسٹر اے۔ بی اعوان کے ساتھ ہے۔ مولانا مفتی محمود اس سے پہلے بھی قومی اسمبلی کے رکن رہے ہیں۔ آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام رائج کرنے اور شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لیے بھرپور جدوجہد کی ہے۔ قومی اسمبلی میں آپ کی معرکہ آراء تقاریر کی گھن گرج آج سنائی دے رہی ہے۔ علاقہ کے لوگ خصوصاً آپ کے ساتھ بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ آپ غالب اکثریت کے ساتھ پھر کامیاب ہونگے۔ (ادارہ)

جہاں تک حضرت مفتی صاحب کی ذاتی اور گھریلو زندگی کا تعلق ہے وہ اتنی سادہ اور عام ہے کہ اس میں کہیں بھی کسی قسم کا امتیاز و تفوق نظر نہیں آتا۔

نہ ان میں کسی قسم کا عالمانہ کبر و تبختر ہے، نہ بلند و بالا رہنے کا کوئی ادنیٰ سا داعیہ ہے رہنے سہنے میں، کھانے پینے میں، اٹھنے بیٹھنے میں، بولنے چالنے میں، غرضیکہ معاشرت کے کسی بھی طور طریق میں آپ انہیں عام انسان سے ذرہ برابر بھی مختلف اور بالا نہیں پائیں گے۔ سوائے ان شرعی احکامات کی پابندی کے جو روزمرہ کی معاشرت سے متعلق سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام اور طریق اسلاف رحمہم اللہ نے متعین کر دیئے ہیں۔

ان تک ایک عالم و فاضل اور امیر و دولت مند سے لے کر ایک جاہل و عامی شخص بھی رسائی حاصل کر سکتا ہے

اور وہ ہر شخص کی بات نہایت توجہ سے سنیں گے۔ اور بالکل اسی کی طرح اس کے ساتھ گفتگو میں حصہ لیں گے۔

لیکن دوسری طرف جہاں تک ان کی علمی اور سیاسی شخصیت کا تعلق ہے۔ اس کی بلندی، وسعت اور گہرائی کا احاطہ کرنا بڑے بڑے فاضلین کے لیے بھی مشکل ہے انہیں قرآن و حدیث پر کلام کرتے دیکھئے۔ فقہ و تصوف پر بولتے ہوئے سنیئے قانون و سیاست پر گفتگو کرتے ہوئے ملاحظہ کیجئے۔ حتیٰ کہ سائنس و فلسفہ پر ریمارک کرتے ہوئے سنیئے آپ حیران ہو جائیں گے کہ علم و دانش کا ایک بحر بیکراں ہے۔ جس کا کنارہ حدِ قیاس سے بھی آگے نکلا جا رہا ہے۔

اور ان کے یہ تمام کمالات علمی ان کی سادہ اور تصنع سے پاک و صاف زندگی کی آڑ میں اس طرح چھپے ہوئے ہیں جس طرح ایٹم کے ذرات میں اس کی غیر محدود توانائی بند ہوتی ہے۔

اور چونکہ میرے سامنے ان کی شخصیت کے یہ دونوں پہلو موجود ہیں۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ ان کے بارے میں کچھ لکھنا میرے لیے قطعی آسان نہیں ہے۔

میں ان میں عہد حاضر کے اکابر علماء حق (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) کی جھلک بہ اتم پاتا ہوں اور سلف صالحین کے فہم و طریق کا وہ عکس دیکھتا ہوں۔ جسے تاریخ نگاروں نے اپنے تذکروں میں کہیں کہیں قلمبند کیا ہے۔

جمعیتہ علماء اسلام جس کے پاس مالی وسائل بالکل مفقود ہیں اور جو موجودہ دور کے پروپیگنڈائی ہتھیاروں سے قطعی ناآشنا ہے اس کی تمام تر شہرت، عظمت اور کامیابی اس کے غیر معروف اور مخلص کارکنوں کے علاوہ ان تین بزرگوں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کی شبانہ روز کاوشوں اور ان کی غیر معمولی شخصیتوں کے اثرات کی رہین منت ہے۔

اور ان تینوں میں ہر شخصیت اپنے علم و کردار کی عظمت کے اعتبار سے اپنا منفرد مقام رکھتی ہے۔

مشرقی پاکستان میں بھی جمعیتہ کو ایسی ہی تین عظیم شخصیتیں حضرت مولانا شیخ بشیر احمد صاحب شیخ باگھا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب (سلہٹ) اور حضرت مولانا پیر محسن الدین صاحب کی صورتوں میں میسر ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب نے جمعیتہ علماء اسلام کی سیاسی اہمیت کو ملک بھر میں قابل تسلیم بنانے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ انہیں جمعیتہ اور ملک کی تاریخ سے محو نہیں کیا جا سکتا۔

نہ صرف یہ بلکہ سیاسی میدان میں علماء دین کے سکہ کو پھر سے رائج کر دینے کا سہرا بھی یقیناً مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی کے سر ہی بندھتا ہے۔

تحریک ختم نبوت کے بعد ملک کی سیاست سے علماء کے اثر کو جس طرح ختم کیا گیا اور علماء کو محض مساجد، مدرسوں اور خانقاہوں تک محدود کر دیا گیا تھا، وہ سب کو معلوم ہے۔

ملک کی کسی سیاسی جماعت میں علماء دین کو کوئی اہم مقام حاصل نہیں رہا تھا اور نہ اب ہے۔

۱۹۵۶ء کے دستور نے علماء دین کے آگے آنے کا راستہ ہمیشہ کے لیے مسدود کر دیا تھا۔

ملک کی سیاست کلیتاً ایک محدود اور برطانوی اقتدار کے پیدا کردہ طبقہ کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔

اور وہ تمام بڑے بڑے علماء دین جن کی عظمت کے ستون قیام پاکستان کے ساتھ نصب ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ اپنے مدرسوں اور مسجدوں میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۶۹ء کے آغاز تک ملک کی سیاسی زندگی سے علماء بالکل الگ تھلگ ہو کر رہ گئے تھے۔ اس دوران علماء کی آواز بلند کرنے والے صرف یہ دو شخص یعنی مفتی محمود اور مولانا غلام غوث تھے۔

۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء تک حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اور ان کے بعد سے اب تک مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہٗ کی امارت میں جمعیتہ علماء کے پلیٹ فارم پر ان دونوں حضرات نے سیاسی میدان میں دین اور علماء دین کا نام زندہ و بالا رکھا۔

اس تاریخی حقیقت سے مخالفین کتنی ہی آنکھیں بند کرنا چاہیں۔ لیکن وہ اس پر ہرگز پردہ نہیں ڈال سکتے کہ ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۶۱ء کے اوائل تک عوامی سطح پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں سیاسی میدان

اور ملک میں ہونے والے ہر تغیر کے موقعہ پر اجتماعی حیثیت میں علماء دین کے موقف کو پیش کرنے والے یہ ہی دو عالم دین یعنی مفتی محمود اور مولانا غلام غوث تھے۔

حتیٰ کہ مصر کے بین الاقوامی علماء کے اجتماعات میں بھی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی معیت میں ان دونوں حضرات نے ہی پاکستانی علماء کی نمائندگی کا فریضہ انجام دیا۔

بے شک مخالف کی تنگ نظری اس کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لے گی۔ لیکن تاریخ کے حقائق کس طرح جھٹلائے جا سکتے ہیں۔

۱۹۵۶ء کے بعد سے ڈیک کی تشکیل اور ایوبی گول میز کانفرنس تک کے واقعات میں مفتی محمود صاحب کی شخصیت کے سوا اور کون ہے جو دین اور علماء دین کی نمائندگی کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

- وہ ۱۹۵۶ء میں دین کی سربلندی اور علماء دین کی اہمیت تسلیم کرانے کے لیے ملتان میں علماء کا کنونشن بلاتے نظر آ رہے ہیں۔
- وہ ایوبی مارشل لاء کے دور میں عائلی قوانین کے خلاف علماء کو جمع کرتے دکھائی دیتے ہیں۔
- وہ ۶۳ - ۱۹۶۲ء کی قومی اسمبلی میں کتاب و سنت کے ناقابل تردید حوالوں سے عائلی قوانین وغیرہ کو خلاف اسلام ثابت کر رہے ہیں۔
- وہ اسمبلی کے بجٹ سیشن کے موقعوں پر بجٹ کے غیر اسلامی پہلوؤں پر تقریریں کرکے پوری اسمبلی کو ہلا رہے ہیں۔
- وہ اسمبلی میں ایسی مذہبی آزادی کی دفعات کو رد کر رہے ہیں۔ جس کے ذریعہ ارتداد کا دروازہ کھلتا ہے۔
- وہ دستور کی ایک ترمیم میں اس چور دروازہ کو بند کر رہے ہیں جس کے ذریعہ پاکستان جیسی خالص مسلم ریاست کا سربراہ کسی وقت ایک غیر مسلم بھی بن سکتا تھا۔
- وہ تحریف دین کے فضل الرحمانی فتنہ کی ہر موقعہ پر خبر لے رہے ہیں۔
- وہ بے حیائی کے مظاہر ثقافتی جشنوں کے خلاف ملتان میں احتجاج کرتے ہوئے اپنے چند رفقاء کے ساتھ سوئے زنداں جا رہے ہیں۔
- وہ شورش کاشمیری کی گرفتاری، چٹان کی بندش چٹان پریس کی ضبطی اور آغا شورش صاحب کے مرن برت پر ملک بھر میں احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کا انتظام کر رہے ہیں۔
- وہ ایوب خاں کی آمریت کے خلاف ہونے والے مظاہروں اور جلسوں میں قائدانہ حیثیت سے پیش پیش ہیں اور اس کے لیے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے مختلف حصوں کا سفر کر رہے ہیں۔
- وہ آٹھ جماعتوں کے اس اشتراک میں اہل دین اور علماء دین کی نمائندگی کر رہے ہیں، جو ملک کو ایوب خاں کی آمریت سے نجات دلانے کے لیے جمہوری مجلس عمل کے نام سے وجود میں آیا تھا۔
- اور وہ راولپنڈی کی گول میز کانفرنس میں ان ۲۲۔ اسلامی نکات کے مطالبہ کی دستاویز پڑھ رہے ہیں جسے ۱۹۵۱ء میں ملک کے ۳۱ مقتدر علماء و شخصیتوں نے متفقہ طور پر پاکستان کے دستور و آئین کی اساس کے طور پر ترتیب دیا تھا۔

یہ ہیں مفتی محمود جنہیں ہم سیاست کے ہر موڑ پر قائدانہ حیثیت میں قافلۂ سیاست کے آگے آگے دیکھتے ہیں۔ جن کے ایک ہاتھ میں علماء دین کی نمائندگی کا علم ہے اور دوسرے ہاتھ میں ۲۲، اسلامی نکات کے مطالبہ کی وہ دستاویز ہے جس کے نفاذ سے ہی اس ملک کا مستقبل بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سیاست کے میدان کی ان وادیوں کو عبور کرنے والے مفتی محمود کو ہم مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی درسگاہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے ہوئے وقت کا فقیہہ و محدث بھی پاتے ہیں۔

اور پھر دین و سیاست کے دائرہ علم و قیادت سے باہر مفتی محمود صاحب الشیخ محمد یعقوب صاحب (ملتان) کے احاطے میں دوستوں ملاقاتیوں کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے بھی ملتے ہیں۔ جہاں میرے جیسے کم سواد اور بے علم افراد سے بے تکلفانہ اور دلچسپ گفتگوئیں کر رہے ہوتے ہیں اور اس موقعہ پر ذرہ برابر نہ علمی برتری کا اظہار ہے اور نہ سیاسی عظمت کی نمود ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قارئین خدام الدین نہایت دکھ کے ساتھ یہ خبر پڑھیں گے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اصغر حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب جو قریباً ایک ماہ سے میو ہسپتال میں بعارضہ ذیابیطس زیر علاج تھے آج بروز بدھ ۱۷، رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ سنہ ہجری ۸ بجے شب وفات پا گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر عمل پیرا رہے — جامعہ مسجد شیرانوالہ میں درس قرآن اور مدرسہ قاسم العلوم میں بعد نماز مغرب سکول و کالج کے زیر تعلیم اور فارغ التحصیل تشنگان تفسیر قرآن کی پیاس بجھاتے رہے نیز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی کی عدم موجودگی میں وعظ و تبلیغ و مجلس ذکر وغیرہ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے — قدرت نے غضب کی فراست، اٹل ارادہ اور انتہائے استغنا کی دولت سے سرفراز فرما رکھا تھا۔ حافظ صاحب کی بے وقت رحلت حضرت مدظلہ کے لئے جانکاہ صدمے سے کم نہیں۔ حضرت کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے — ادارہ خدام الدین حضرت مدظلہ اور ان کے جملہ متوسلین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور قبر بستان جنت ہو۔ آمین

مفصل حالات آئندہ شمارہ میں پیش کئے جائیں گے

(ادارہ)

انتخابات میں ضروری اصلاحات

اور ووٹ کا صحیح استعمال

ایم عبدالرحمٰن (لودھیانوی) شیخوپورہ

ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہم سب اپنے سینوں میں مُلک و مِلّت کی بے لوث خدمت کا جذبہ اور اپنی ذمہ داریوں کا پُورا پُورا احساس پیدا کریں اور متحد ہو کر اپنے فرائضِ منصبی ادا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ قبائلی عصبیتوں اور عائلی گروہ بندیوں سے آزاد ہو کر اسلامی اخوت اور برادری کا رشتہ مضبوط کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان قائم کیا ہے۔ صرف یہی ایک رشتہ محکم اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ باقی سب رشتے اور تعلقات جو چند مصنوعی اور مادی بنیادوں پر اُستوار کئے گئے ہیں، بالکل ناپائیدار، پا در ہوا ہیں۔ پاکستان اسی اسلامی رشتۂ اخوت کی بنیادوں پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ اس لیے اس کا استحکام بعینہٖ پاکستان کا استحکام اور اس کی حفاظت بعینہٖ دولتِ خداداد پاکستان کی حفاظت ہے +

پاکستان کے دونوں بازوؤں میں رہنے والے لوگوں کے درمیان رنگ و نسل کا بہت بڑا اختلاف موجود ہے۔ لسانی اور جغرافیائی لحاظ سے وہ مختلف حصّوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ لیکن اس اختلاف اور تقسیم کے باوجود ایک قوم ہیں اور ایک ہی رشتۂ اتحاد میں منسلک ہیں۔ وہ کونسا رشتۂ اتحاد ہے؟ وہ کونسی آئیڈیالوجی ہے جس نے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کو اور سینکڑوں میل کے بُعدِ مسافت کے باوجود ملک کے دونوں بازوؤں کو متحد کر رکھا ہے؟ یہ وُہی آئیڈیالوجی ہے جو پاکستان کی تحریک بنی اور جس کی مقدس اور مضبوط بنیادوں پر پاکستان کی دیواریں چُنی گئیں۔ اس لیے ملک کے بقاء و استحکام کا راز اسی نظریہ یعنی اسلامی نظامِ حیات ہی میں مضمر ہے اور ہمارا اتحاد و اتفاق اسی رشتۂ اسلام سے وابستہ ہے۔ ہمیں اسی کی حفاظت اور اسی کے استحکام کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی متفرق طاقتوں اور بکھری ہوئی قوتوں کو ایک مرکز اور ایک نقطہ پر جمع کرنا چاہیئے اور پھر ان کی کمان ایک ایسی قیادت اور لیڈرشپ کے سپرد کرنی چاہیئے جو اسلامی تقاضوں اور وقت کی جدید ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو +

یہ حقیقت ہے کہ رائے دہندگان کی بھاری اکثریت حکومت کی ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے، امانت و دیانت اور احساسِ ذمہ داری سے بالاتر ہو کر اپنے ووٹ کا غلط اور ناجائز استعمال کرتی ہے۔ کہیں تو قومی عصبیت ووٹ کے صحیح استعمال سے روکتی ہے اور کہیں ذاتی مفاد آڑے آ جاتے ہیں۔ کہیں ذاتی اثر اور رسُوخ مرعوب کر دیتا ہے اور کہیں دولت کی دیوی دلوں کو موہ لیتی ہے +

بعض مقامات میں مناسب اور دیانتدار امیدواروں کو صرف اس جرم کی بناء پر ووٹ نہیں دیا جاتا کہ وہ رائے دہندگان کے دھڑے پر نہیں ہوتے۔ اُن کی برادری سے تعلق نہیں رکھتے یا وہ رائے دہندگان سے اُن کی مطلب براری اور حاجت روائی کا کوئی وعدہ نہیں کر سکتے +

بیشتر پولنگ اسٹیشنوں پر شرمناک طریقہ سے جعلی ووٹ بھگتائے جاتے ہیں۔ مصنوعی پردہ نشین اور بُرقع پوش خواتین سامنے کھڑی ہوئی کاروں کی اوٹ میں کپڑے بدل بدل کر جعلی ووٹیں ڈالتی ہیں۔ کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ خواتین اپنے شوہروں کے نام تبدیل کر کے ووٹ ڈالتی ہیں؟

بُہت سے حلقوں میں کئی اُمیدوار بلا مقابلہ منتخب ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مال و دولت اور ذاتی وجاہت و اقتدار کے بل پر حیلہ و تدبیر سے یقیناً کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ صحیح نمائندگی کے اوصاف سے متصف ہوں تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض حلقوں میں برادریوں، رشتہ داریوں اور دوستیوں کے واسطے دے کر امیدواروں کو درخواست واپس لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ حق و باطل کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے اور حضرت موسیٰؑ کا فرعون مردود سے مقابلہ ہوُا۔ آخر میں صداقت ہی کو فتح نصیب ہوئی +

حضرت طالوت کے انتخاب میں بھی علم اور جسم کو دولت و حشمت پر ترجیح دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد جب بنی اسرائیل کی نیت بگڑی تو اُن پر ایک غنیم کافر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوُا۔ اُن کو شہر سے نکال دیا اور لُوٹا اور اُن کو پکڑ کر غلام بنا دیا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ اس وقت حضرت سموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ ان سے درخواست کی کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دو تاکہ اس کے ساتھ مل کر ہم فی سبیل اللہ جہاد کریں۔ طالوت کی قوم میں سلطنت نہ تھی وہ غریب محنتی آدمی تھے۔ وہ بنی اسرائیل کی نظر میں لائق نہ ٹھہرے۔ انہوں نے بوجہ مال و دولت اپنے آپ کو سلطنت کے لائق خیال کیا۔ نبیؑ نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں ہے اور سلطنت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس علم اور جسم کی طاقت زیادہ ہو سو اس بات میں طالوت تم سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ طالوت ہی کو بادشاہ چنا +

کتاب و سُنت کے نصوص اور اجماعِ اُمت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شرائطِ امامت و خلافت کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی ہیں۔ اسلام نے یہ نظامِ عمل مقرر کیا تھا کہ امام کے انتخاب میں اُمت کا حق ہے اور طریق انتخاب جمہوری تھا نہ کہ شخصی و نسلی، یعنی قوم اور قوم کے اصحاب الرائے خلافت کے شرائط اور مقاصد کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرے۔ خلیفۂ اوّل کا انتخاب عام جماعت میں ہوُا۔ خلیفہ دوم کو خلیفہ اوّل نے نامزد کیا اور اہلِ حل و عقد نے منظور کیا۔ خلیفہ سوئم کا انتخاب جماعتِ شوریٰ نے کیا۔ خلیفہ چہارم کے ہاتھ پر خود تمام جماعت نے بیعت کی۔ نسل، خاندان، ولی عہدی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔

خلیفہ ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، عاقل و

بالغ ہو، صاحب رائے و نظر ہو، تدبیر و انتظام کی پوری قوت رکھتا ہو، احکام شریعت کا محافظ ہو، ان کے جاری اور نافذ کرنے کے لیے، اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام کے لیے جسقدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت ہے، وہ سب اس میں موجود ہوں۔ اتباعِ شریعت، عدل و انصاف، شجاعت و ہمت، شوکت و صولت ساری صفات ہونی چاہئیں۔

ووٹروں سے خطاب :-

آپ کا ووٹ قوم کی امانت ہے۔ اس لیے اپنا ووٹ صرف اُس امیدوار کو دیں جس کے دل میں خوفِ خدا ہو اور آپ کو اس کی دیانت اور امانت پر پُورا پُورا اعتماد ہو۔ مُلک و قوم کے بدخواہ کو ووٹ دے کر اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا نہ چلائیں۔

بعض رائے دہندگان اپنے ووٹ کی قدر و منزلت کو بالکل نہیں پہچانتے۔ وہ اپنا ووٹ کسی امیدوار کو بھی نہیں دیتے بلکہ انتخاب کے روز وہ اپنے شہر ہی کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ ایک بڑی بزدلی ہے اور بعض سادہ لوح گوشہ نشین سمجھتے ہیں کہ اس میں ہم پر اسلام کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک صریح غلطی ہے۔ اس کے متعلق قیامت کے روز باز پُرس ہوگی۔

اپیل برائے طلبا مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم ملتان

مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم رجسٹرڈ قاسم پور کالونی ملتان علاقہ بھر میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اگرچہ علاقہ کی اکثریت غربت کے پیش نظر مدرسہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن دینی تعلیم کی اشاعت کی اشد ضرورت کے مدنظر مدرسہ محض متوکلاً علی اللہ اپنے مقصد میں منہمک اور معروف عمل ہے۔ کیونکہ مقامی طور پر اخراجات وصول نہ ہونے کے باعث دینی تعلیمی ادارہ کو ختم کرکے عوام کو دینی حقوق سے محروم رکھنا اور مسافر طلباء کو مایوس کرنا مناسب نہیں۔ اس لیے جملہ مخیر اہل اسلام زکوٰۃ عطیات وغیرہ میں سے عنایت فرما کر اس مرکز کے بقاء میں حصہ دار بنیں۔

محمد رمضان مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم قاسم پور کالونی ملتان

انتخابات نمبر

ہفت روزہ خدام الدین کے گذشتہ دو شماروں میں انتخابات نمبر کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا جو معلومات ہمیں مل سکیں انہیں پیش کر رہے ہیں۔

انتخابات نمبر کی معلومات ہم نے ازخود فراہم کرکے اس بات کی کوشش کی ہے کہ پرچہ کو زیادہ سے زیادہ معلوماتی بنایا جائے۔ اس سلسلہ میں جن حضرات نے تعاون کیا ان کے شکر گزار ہیں اور جو حضرات اس کی افادیت کو نہیں سمجھ سکے ان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ جمعیتہ علماء اسلام کی طرف سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں حصہ لینے والے حضرات کا تعارف لکھ کر جلد ارسال کر دیں۔

انتخابات نمبر کے لیے جو مضامین تاخیر سے موصول ہوئے ہیں انہیں آیندہ پرچے میں شریک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تاہم جمعیتہ علماء اسلام کے اغراض و مقاصد اس کے پروگرام اور طریق کار پر مشتمل معلومات، انتخابات نمبر کی صورت میں آپ کے سامنے ہیں۔ اس کی روشنی میں بھرپور جدو جہد کی جائے کہ جمعیتہ علماء اسلام کی طرف سے انتخابات میں حصہ لینے والے تمام علماء کرام اور دینی رہنماؤں کو کامیابی سے ہمکنار کرکے اسلامی آئین کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کی جائے۔ (ادارہ)

سیاسی راہنماؤں کے لیے صحیح راہِ عمل

مرتبہ: محمد شاہ، ڈھوڈہ شریف۔ کوہاٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ و سلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ امابعد

معزز حضرات یہ نظریہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص میں سیاسی راہنمائی کی قابلیت نہیں پائی جاتی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کے قابل ہو اسے کسی طریقہ سے منتخب کیا جائے۔ لیڈر (راہنما) کے انتخاب کا غلط طریقہ وہ ہے جو آج کل ہمارے ہاں رائج ہے کہ بعض اوقات امیدوار اپنی برادری کو برادری کا واسطہ دے کر ووٹ لیتا ہے اور برادری اس کی قابلیت اور غیر قابلیت کو نہیں دیکھتی بلکہ وہ لوگ اس بنا پر ووٹ دیتے ہیں کہ یہ ہمارا بھائی ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امیدوار روپیہ خرچ کرکے ووٹ خرید لیتا ہے ووٹ کی قیمت بعض دفعہ ایک دو وقت کا پر تکلف لذیذ کھانا ہی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ علاوہ کھانے کے نقد روپیہ بھی دینا پڑتا ہے۔ نیز امیدوار کے کے خرچ پر مختلف اوقات میں جلسے کرائے جاتے ہیں۔ اور جلسہ کی آرائش کا سارا سامان امیدوار کی گرہ سے ہوتا ہے اس غلط طریقۂ انتخاب سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ بھی برباد ہوتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قابل آدمی بھی منتخب ہوکر سیاسی پلیٹ فارم پر نہیں آتے۔ ایسے لیڈر اپنی ناقابلیت کے باعث مسلمانوں کے حق میں بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتے ہیں۔

غلط طریقۂ انتخاب کے نقصانات:۔

(۱) روپیہ برباد (۲) وقت ضائع (۳) ووٹروں میں باہمی منافرت (۴) اپنے مدِ مقابل کے امیدوار کو ناکام بنانے کے لیے اس کی عیب چینی (۵) سب سے بڑھ کر بڑی یہ چیز ہے کہ ایسے امیدواروں کی اللہ تعالیٰ کوئی مدد نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص مسلمانوں میں کوئی عہدہ مانگ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد چھوڑ دیتا ہے غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جس لیڈر کی حمایت اور اعانت اللہ تعالیٰ چھوڑ دے وہ ہمارے لیے کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔

انتخاب کا صحیح طریقہ:۔

سیاسی راہنما کے انتخاب کے لیے جو طریقہ ہمیں قرآن مجید نے بتایا ہے وہی اصلی، صحیح، سچا اور انصاف پر مبنی ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (ترجمہ) آپ نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نہیں دیکھی جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ سیاسی راہنما خود اپنے آپ کو پیش نہیں کیا کرتا بلکہ قوم اسے منتخب کرتی ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ (ترجمہ) ان کے نبی نے ان سے کہا تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔

حاصل اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ساری قوم مل کر یا قوم کی نمائندہ جماعت سیاسی راہنما کا انتخاب کرے

سرمایہ داروں کا اعتراض کہ غیر سرمایہ دار لیڈر نہیں ہو سکتا

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ (۲:۲۴۷)

(ترجمہ) انہوں نے کہا یہ ہم پر بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے اس سے تو سلطنت کے ہم زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اسے مال میں وسعت نہیں دی گئی۔ (یعنی دولتمند نہیں ہیں)

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ سرمایہ داروں کی نظر میں راہنما کے لیے قابلیت کوئی شرط نہیں ہے ان کے ہاں لیڈر کے لیے سرمایہ دار ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج کل بھی سرمایہ داروں کا یہی نظریہ ہے۔

راہنما کے لیے قابلیت شرط ہے نہ کہ سرمایہ داری

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ (۲:۲۴۷) (ترجمہ) (نبی نے) کہا تحقیق اللہ نے اسے (طالوتؑ) ہی تم پر چن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل اور بدن میں کشائش دی ہے۔ یعنی راہنما کے لیے سب سے زیادہ عقلمند۔ معاملہ فہم مآل اندیش ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ بہادر ہونا چاہیئے۔

معزز حضرات! یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کام آپ کرانا چاہیں اس کام کے جاننے والوں کو تلاش کریں گے۔ اور جو لوگ اس کام کے جاننے کا دعویٰ کریں۔ ان سے آپ استاد کی سند بھی دریافت کریں گے۔ کیا پرائمری کی جماعتوں کے ماسٹر کے پاس جے۔ وی کی سند ضروری ہے؟ کیا مڈل کی جماعت کو پڑھانے کے لیے ماسٹر کے پاس ایس وی کی سند ضروری ہے؟ کیا مڈل اور ہائی میں انگریزی پڑھانے والے ماسٹر کے لیے ایس اے وی کی سند ضروری ہے؟ کیا کالج کے پروفیسر بننے کے لیے پنجاب یونیورسٹی کی سند بی۔ اے یا ایم۔ اے ضروری ہے؟ تو پاکستان کو اسلامستان اور اسلامستان بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم والے اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ذمہ داران حکومتِ پاکستان کے لیے کسی سند یا کسی ڈگری کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اسلام کا قانون قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کی شرح احادیث خیر الانام علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ برادران اسلام! اگر آپ نے پاکستان میں اسلام کی تعمیر اور اس کے از سرِ نو زندہ کرنے کے لیے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں باگ ڈور دے دی جو قرآن مجید اور سنت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے بہرہ ہوں تو یہ اسلام پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا۔ اور قیامت کے دن آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے روبرو جواب دہ ہوں گے۔ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ پاکستان کے آئندہ الیکشن میں ماضی کی طرح سرمایہ داروں اور زمینداروں کے دسترخوانوں سے زردہ۔ پلاؤ اور قورمہ کھا کر اور نقدہ روپیہ وصول کرکے ووٹ نہ دیں۔ بلکہ آپ کا نمائندہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یونیورسٹی کا سند یافتہ ہو۔ اس کے علاوہ اس کی گذشتہ زندگی عملاً اس بات کی گواہ ہو کہ یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا نام لیوا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ دلیر۔ بہادر اور جذبہ ایثار رکھنے والا ہو۔ پھر دیکھئے اسلام کا بول بالا ہوتا ہے یا نہیں۔ مثلاً اور نہ سہی تو کم از کم پانچ وقت کا نمازی ہو اگر اس پر زکوٰۃ فرض ہے تو ادا کرتا ہو اور اگر حج فرض ہے تو حج کر چکا ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ کوئی صاحب استطاعت مسلمان ان سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا بالخصوص وہ لوگ جو اسلام کی حفاظت کے علمبردار بننا چاہیں ان کے لیے شعائر اسلام کی پابندی ایک لازمی شرط ہونی چاہیئے۔ ورنہ وہی ضرب المثل صادق آئے گی۔ ؎

آں کہ خود گم ست کرا رہبری کند۔

وما علینا الا البلاغ۔

ایک اعتراض کا جواب:۔

آج کل بعض لوگوں کی زبان سے یہ اعتراض سُنا جا رہا ہے کہ اس طریق کار سے مُلّا ازم آ جائے گا۔ عوام الناس کو بھڑکانے کے لیے طنز کے طور پر یہ لفظ حاملین دین متین کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ شراب خور ہے؟ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ زناکار ہے؟ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ رشوت خور ہے؟ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ غریبوں پر ظلم کرتا ہے؟ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ مقدمہ باز ہے؟ کیا مُلّاں ان سرمایہ داروں سے زیادہ کتے پالتا ہے؟ اور غریبوں کے بجائے ان سے زیادہ کتوں کو دودھ پلاتا ہے۔ روٹی کھلاتا ہے اور گوشت کھلاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ علماء کرام کے وجود کی برکت سے مسجدیں آباد ہیں۔ قال اللہ اور قال الرسولؐ پڑھاتے ہیں۔ خلق خدا کی کتاب و سنت کی روشنی میں راہنمائی فرماتے ہیں۔ سارے پاکستان میں دین کی تعلیم اور عملی رنگ جو نظر آرہا ہے کیا ان سرمایہ داروں کی کوشش کا نتیجہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا اور اسلامی احکام کا اجراء پاکستان میں ہوا تو شراب خوری اور زنا کے اڈے بند ہو جائیں گے کوئی شخص بھی پاکستان میں بھوکا اور ننگا نظر نہیں آئے گا۔ اور غریب کی بہو بیٹی کی عزت اور عصمت اس طرح محفوظ ہوگی جس طرح آج کل سرمایہ داروں کی بہو بیٹیوں کی محفوظ ہے۔ انگریز نے ہمارا تاج چھینا، تخت چھینا، ہمارا دین اور ایمان چھینا اور ہم کو اسلام کا معترض بنا کر چھوڑ گیا۔

دوسرا اعتراض:۔

برادران اسلام بہت سے نوجوانوں کا یہ خیال سُنا جاتا ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام قدیم ہمارے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔ وہ اسلام غیر مہذب اور غیر متمدن ریگستان عرب کے باشندوں کے لیے مفید ہوا تھا۔ انہیں قعر مذلت سے اٹھا کر اس نے بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کے منتشر شیرازہ کو ایک مرکز پر جمع کر دیا تھا۔ ان غیر منظم لوگوں کو اسلام نے منظم کر دیا تھا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو گلے ملا دیا تھا۔ ان کی عداوت متبدل بہ محبت ہو گئی تھی۔ مگر آج کل کے متمدن اور مہذب لوگوں کے لیے وہ اسلام چراغ راہ نہیں بن سکتا وغیرہ وغیرہ۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس خیال کا نوجوان غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ در اصل اسلام کو سمجھا ہی نہیں۔ اگر وہ اسلام کو سمجھتا تو اس قسم کے الفاظ اس کی زبان سے ہرگز نہ نکلتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جو چیز پرانی ہو جائے اور کار آمد نہ رہے اس کے بجائے نئی چیز خریدی جائے۔ لیکن اگر وہ روز اول جیسی کارآمد اور مفید ہو تو کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ چونکہ دیرینہ ہے اس لیے ضرور بدل دینا چاہیئے۔ مثلاً سورج چاند ستارے جو ہزارہا برس سے اسی آب و تاب سے دن اور رات میں چمک رہے ہیں۔ دیرینہ اور کہنہ ہونے کے باوجود جب روشنی میں کوئی فرق نہیں آیا تو کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ چونکہ دیرینہ ہیں اس لیے ضرور بدل دینے چاہئیں۔ بعینہٖ اسی طرح اسلام ساڑھے تیرہ سو سال سے دنیا میں اپنی صداقت قبولیت اور تمام مذاہب پر فوقیت کا اعلان کرتا ہے۔ پاکستان میں نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن ایک بوسیدہ کتاب ہے جو بس تبرکاً زیارت کے قابل ہے لیکن عمل کے قابل نہیں رہی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر قرآن کی حدود پر عمل ہوا تو ایک ایک گاؤں میں پانچ پانچ ٹنڈے نظر آئیں گے۔ اس لیے قرآن کے اس حصہ پر عمل ہو نہیں سکتا۔ میرے بھائیو! قرآن کے ایک لفظ کا انکار کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۠ (پ ۲۸ سورۃ مجادلہ ۹:۵۸)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب ایک دوسرے سے کان میں بات کرو (یعنی الگ ہو کر بیٹھو) تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کرو اور خدا سے ڈرو جس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی راہنما آزاد نہیں ہیں کہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ جدھر چاہیں ووٹ دیں بلکہ وہ اس امر کے پابند ہیں کہ کوئی ایسا فیصلہ نہ ہو جس میں گناہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے قانون کے حدود سے تجاوز ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو ان کا فرض ہے کہ ایسے فیصلے کریں جن میں نیکی اور پرہیزگاری پائی جائے۔ جس خدا تعالیٰ نے انہیں یہ عزت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اس سے ڈرتے رہیں۔

آخر میں دستور ساز اسمبلی کے ارکان کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو اگر تم نے قرآن مجید کے مطابق دستور نہ بنایا تو مسلمان اس کو کبھی نہیں مانیں گے۔ اور

(باقی ص ۲۶ پر)

اسلامی نظام کی راہ میں سنگِ گراں کون ہے؟

کیا موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں اسلامی آئین نافذ ہو سکتا ہے؟

(ڈاکٹر احمد حسین کمال)

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والا طبقہ وہ ہے۔ جو اس مملکت خداداد کے قیام کے وقت اس کے وسائل معیشت کو اپنی اجارہ داری میں سمیٹنے کی کوششوں میں مصروف ہؤا۔

پاکستان کے وجود میں آتے ہی قرآن و سنت کے احکام و قوانین کا اجراء کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن ان کے اجراء و نفاذ سے پہلی زد اس طبقہ پر پڑتی تھی۔ جو انگریزوں کے دور حکومت کا مراعات یافتہ تھا، اور جو اب نئے حالات میں دولت پیدا کرنے اور سمیٹنے کے نئے ذرائع پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہو گیا۔

قرآن و سنت کے متعین کردہ حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے نفاذ سے وہ یہ مفادات جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے در پردہ یہ کوشش کی کہ یہاں سرے سے اول تو کوئی دستور ہی نہ بننے پائے اور اقتدار اس نوکر شاہی کے ہاتھ میں رہے۔ جس کے نزدیک رشوت شیرِ مادر ہے۔ اس طرح انگریز کے دَور کے حاصل شدہ مفادات بھی محفوظ رہیں گے اور نئے وسائل و ذرائع پر بھی تسلط حاصل ہوتا رہے گا۔ پرمٹ، لائسنس، درآمد و برآمد کی اجارہ داری، تجارت و صنعت پر قبضہ، عوام کے نام سے حاصل کردہ غیر ملکی قرضوں کا استعمال، بینکوں کا انتظام ملک کی پیداوار کی من مانے نرخوں پر خرید و فروخت، سونے اور چاندی کے بھاؤ میں ردو بدل، زر مبادلہ کا استحصال جوائنٹ اسٹاک ایکسچینج اور لمیٹڈ کمپنیوں کے حصص پر کنٹرول، ان کے منافع میں زیادہ سے زیادہ اپنا حصّہ، غرضیکہ موجودہ اقتصادیات کے تمام بنیادی حصوں پر اس طبقہ نے اس طرح قبضہ و تسلط جمایا اور ملک کو اسلامی نظام کی برکات سے محروم کر دیا۔

اور اب "انفرادی ملکیت" کے شرعی جواز کی آڑ لے کر موجودہ اور مسلط ظالمانہ اقتصادی نظام کی تبدیلی کی کوششوں کو ناکام بنا دینا چاہتا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو پاکستان کی تمام سیاسی اخلاقی اور مذہبی خرابیوں کی جڑ اسی طبقہ کی کارگزاریاں ہیں۔ محض اپنے سرمایہ دارانہ مفادات کی خاطر اس نے ملک کی سلامتی تک کو بارہا خطرہ میں ڈالا ہے۔

یہ سرمایہ پرست طبقہ کی سازشیں تھیں کہ یہاں سیاست دانوں کے بجائے انگریز کے دَور کے سول سروس کے افراد وزارتوں اور حکومتوں میں دخیل ہوئے۔ یہ اسی کی در پردہ کوشش تھی کہ جب لیاقت علیخاں مرحوم نے اقتصادی اور معاشی تبدیلیوں کی ضرورت پر زور دیا تو انہیں جلسۂ عام میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اسی کی ملی بھگت سے پہلی دستوریہ (آئین ساز اسمبلی) غلام محمد گورنر جنرل نے توڑ دی۔ اور اسی کے اشارہ پر ایک غیر قانونی اور عوام کی رائے سے بالا ہی آئین ساز اسمبلی قائم کی گئی۔ جس کے ذریعہ ۱۹۵۶ء کا دستور تیار کر کے سرمایہ دارانہ مفادات اور سرمایہ پرست طبقہ کے تحفظ کا سامان کیا گیا۔ سکندر مرزا کو بالا ہی بالا مملکت کا صدر بنا دیا گیا اور وزارتوں میں ردو بدل کئے جاتے رہے۔ اس کے باوجود جب اس طبقہ کو اپنے مفادات تباہ ہوتے نظر آئے تو آئین و دستور کی بساط لپیٹ کر ملک کو مارشل لاء اور آمریت کے حوالہ کرا دیا۔

۱۰ سال کی آمریت اور اقتصادی لوٹ کھسوٹ سے تنگ آ کر جب عوام نے ایوب حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کر دی تو گول میز کانفرنس کا ڈھونگ رچا کر اس تبدیلی کو روکنے کے لیے یہ طبقہ بھاگ دوڑ میں لگ گیا۔ لیکن جب گول میز کانفرنس میں مفتی محمود صاحب نے اسلامی نظام کے نفاذ کی آواز بلند کی تو گول میز کانفرنس بھی ختم کر کے رکھ دی گئی اور اب یہ طبقہ آئندہ آنے والے آزادانہ انتخابات پر اثر انداز ہونے کے لیے اس خطرناک اور تباہ کن کھیل پر اتر آیا ہے کہ پاکستان کے مسلمان عوام کو اسلام اور کفر کے نام سے دو فریقوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے سے ٹکرا دے۔

بہر صورت اس طبقہ کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ موجودہ اقتصادی نظام میں کوئی تبدیلی نہ آنے پائے اس کی زمینوں کے بڑے بڑے رقبے، اس کے بڑے بڑے کارخانے، صنعتیں، اس کی تجارتی درآمد و برآمد، اس کے بینک، اس کی انشورنس کمپنیاں، اس کی سونے اور چاندی کی مارکیٹ، اس کے اسٹاک ایکسچینج اس کی سٹہ بازیاں، اس کی اجارہ داریاں یہ سب محفوظ رہیں۔ اور ان کی حفاظت اسلام اور جمہوریت کے نام سے کی جائے۔ حتّٰی کہ مسلمان عوام کفر و اسلام کے دو فریق بن کر اگر ایک دوسرے کا گلا بھی کاٹنے لگیں، تو انہیں پروا نہیں۔ بس کسی طرح اس طبقہ کے مفادات کی حفاظت ہو۔ ملک ٹکڑے ہو جائے، امریکی سازش سے وہ بھارت میں مدغم ہو جائے۔ عوام کو ایندھن بنا کر اشتراکیت کے خلاف بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ پاکستان کا رشتہ عرب ملکوں سے منقطع ہو جائے۔ اس طبقہ کو یہ سب کچھ گوارا ہے۔ لیکن اس کے مفادات کا تحفظ ہو۔

پاکستان بننے سے پہلے انگریز کے دَور میں بھی اس کا یہی طرزِ عمل تھا۔ اور اس مقصد کے لیے اس نے ہر دائرے میں انگریز کی سرداری و حاکمی قبول کر رکھی تھی اور پاکستان بننے کے بعد بھی اس کا یہی طرز عمل تھا۔ اور اس رویہ کے پس منظر میں یہ بات غلط ہے کہ جو لوگ اقتصادی تبدیلیوں کے مطالبہ کو پسِ پشت ڈال کر جمہوریت پر زور دیتے ہیں اور اسے اسلامی تک قرار دے رہے ہیں۔ وہ دانستہ یا نادانستہ اور بالواسطہ اس مراعات یافتہ طبقہ کے مفادات کے تحفظ کی ہی خدمت انجام دے رہے ہیں اور جو لوگ اس طبقہ کی محافظ و سرپرست جمہوریت کو قبول کر رہے ہیں۔ لیکن صرف اقتصادی تبدیلیوں کے مطالبہ تک محدود سوشلزم

کو کفر بتا رہے ہیں - وہ بھی نادانی سے یا جان بوجھ کر اس طبقہ کے مفادات کی حفاظت کا بالواسطہ بندوبست کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ یہ ملک نوکر شاہی اور افسر شاہی کے غلبہ سے نجات حاصل کرے - اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے عوام سرمایہ دار طبقہ کی معاشی، اقتصادی بالادستی سے نجات حاصل کریں۔ اور جس طرح اسلام کا نظام سوشلزم (اشتراکیت) قبول نہیں کرتا اسی طرح وہ ڈیموکریٹک ازم (جمہوریت) کو بھی قبول نہیں کرتا - اسلام کا نظام ان دونوں سے جداگانہ ہے اور پاکستان کے مسلمان ان دونوں یعنی جمہوریت و اشتراکیت کے اثر و دخل سے پاک اسلام کا نظام چاہتے ہیں -

موجودہ انفرادی ملکیتیں اور اسلام

ہمارے ایک سو تیرہ مفتیان کرام نے جن کی تعداد اب ایک سو پندرہ لکھی جاتی ہے، اپنے فتوے میں " انفرادی ملکیت " کو " آدھا قرآن " بتایا ہے - لیکن یہ وضاحت کرنا انہوں نے غیر ضروری یا غیر مناسب سمجھا کہ " انفرادی ملکیت " سے ان کی کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ " انفرادی ملکیت " کے مفہوم و مراد کا تعین کئے بغیر اسے نصف قرآن قرار دے دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں معیشت کا پورا نظام ان طاقتوں کا تشکیل دادہ اور پروان چڑھایا ہوا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی دیرینہ دشمن چلی آ رہی ہیں اور گذشتہ چار سو سال سے دنیا بھر کی معیشت پر حاوی ہیں۔

اگر ایک چور اور ڈاکو اور ایک جواری دھوکہ باز لوٹ مار اور مکاری و عیاری کے ذریعہ دولت جمع کر لیتا ہے اور پھر اس سے زکوٰۃ و خیرات نکال کر اس پر اپنی " انفرادی ملکیت " کا دعویٰ قائم کرتا ہے تو کیا ہمارے یہ محترم مفتی حضرات اس کی اس " انفرادی ملکیت " کو بھی " نصف قرآن میں شامل کرلیں گے ؟

میرا خیال ہے کہ غالباً ایسا نہیں کریں گے - اس لیے کہ یہ سراسر " اموال باطل " میں شامل ہے - اور یقیناً وہ یہ فتویٰ دیں گے کہ اس مال سے زکوٰۃ و خیرات قبول نہ کی جائے بلکہ حاکم وقت اس سے یہ مال واپس لے کر اسے اس کے حقیقی وارثین کو دے دے - اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو بیت المال میں جمع کرے اور اس مال کی " انفرادی ملکیت " کے مدعی چور، ڈاکو، جواری، فریبی شخص کو قرار واقعی سزا دے -

چنانچہ موجودہ نظام معیشت اور اس سے حاصل شدہ انفرادی ملکیت کو بھی اس اعتبار سے پرکھنا چاہیئے تھا کہ کیا وہ " نصف قرآن " کی حدود جواز میں آتی ہے یا نہیں اور اس کے فیصلے کے بعد ہی اپنے فتوے کو مرتب کرنا چاہیئے تھا - حالانکہ وہ " انفرادی ملکیت " جسے ان قابل احترام بزرگوں نے " آدھا قرآن " قرار دیا ہے - قرآن کے جائز کردہ طریقوں سے حاصل کردہ ہی ہو سکتی ہے - نہ کہ ہر طرح سے حاصل کردہ " انفرادی ملکیت "۔ لیکن افسوس ہے کہ " کفر " کا حکم لگانے والے اس فتویٰ میں سرے سے اس بنیادی اور اہم فرق کو جو بجائے خود " کفر و اسلام " کا فیصلہ کرنے والا ہے - بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اب اسے کیا ان مفتیان محترم کا " سہو " سمجھا جائے یا اس " فتوے " کے پیچھے " پردہ زنگاری " میں " کسی معشوق " کا " زریں ہاتھ " تلاش کیا جائے -

میں سمجھتا ہوں کہ پہلی صورت ہی یہاں کام کر رہی ہے - ان محترم بزرگوں نے اول تو یہ قیاس فرما لیا کہ موجودہ معیشت کا نظام اسلامی ہے - اور پھر یہ خیال فرما کر کہ جو بھی اسے بدلنے کا نعرہ بلند کرتا ہے - وہ اسلام سے روگردانی کر رہا ہے - اس سے اس کا کافر ہو جانا، منطقی بات ہے - اس کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کر دیا - حالانکہ اس تاریخی حقیقت اور امر واقعہ سے انکار کیا ہی نہیں جا سکتا کہ موجودہ " نظام معیشت " جس کی کوکھ سے موجودہ " انفرادی ملکیتیں " جنم لیتی ہیں - اپنی اصل و بنیاد کے اعتبار سے قطعی غیر اسلامی ہے - بلکہ مسلمانوں کی ہزار سالہ معیشت و اقتدار کو تباہ و برباد کرکے تشکیل دیا گیا ہے -

پورے عالم اسلام کو چھوڑیے، صرف برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر ہی نظر ڈال لیجئے - اور انگریزوں کی آمد سے لے کر ان کے مکمل اقتدار تک اور پھر اقتدار کے نوے سالہ عہد تک مسلمانوں کی قدیم معیشت کی جو شکست و ریخت کی گئی، اور ان کے معاشی نظام، تجارت و صنعت کو وسیع پیمانہ پر جس طرح برباد کیا گیا اور پھر اس کی جگہ انگریزوں نے اپنا کافرانہ اقتصادی و تجارتی نظام مسلط کیا اور کرنسی کا مصنوعی نظام چلایا - جس کی تمام تر اساس خالص سود پر ہے اور پھر یہ ہی نظام جوں کا توں پاک و ہند کی نو آزاد مملکتوں کو منتقل کر دیا گیا - جس میں اسلام کے احکام کی رو سے ایک ذرہ برابر بھی آج تک اصلاح نہیں کی گئی - بلکہ امریکہ کے ساتھ تعلق قائم کرکے اس میں ناجائز نفع خوریوں کی وہ تمام صورتیں بھی شامل کر لی گئیں - جو پہلے صرف امریکہ تک محدود تھیں - معیشت اور تاریخ معیشت و سیاست کے کسی بھی ادنٰے سے ادنٰے طالب علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے -

کیا یہ نظام معیشت اور اس سے حاصل شدہ و حاصل کردہ " انفرادی ملکیت " کو ایسے تقدس کا درجہ دیا جا سکتا ہے کہ اسے " آدھا قرآن " کہہ دیا جائے ؟ اور کیا یہ بات کہہ کر پاکستان کے اُن کروڑہا غریب مسلمان عوام کی " اسلامیت " کو " آدھے قرآن " سے خارج قرار نہیں دے دیا گیا - جو آج بھی اس " انفرادی ملکیت " سے محروم ہیں -

ہمارے ان واجب الاحترام مفتی حضرات کو اس سوال کا جواب دینا ہوگا اگر وہ جواب نہیں دیں گے تو اس رب العالمین کی عدالت میں ضرور دینا پڑے گا - جس نے اپنی زمین اور اس پر بہنے والی نہروں پر فرعون کے دعوائے " انفرادی ملکیت " کو اور جمع کردہ دولت و ثروت پر قارون کے دعوائے " انفرادی ملکیت " کو بالکل رد کر دیا تھا -

جمعیۃ علماء اسلام کے نامزد امیدوار برائے قومی اسمبلی

جمعیۃ علماء اسلام کے انتخابی بورڈ کا اجلاس ۷، ۸ ستمبر سنہ ۱۹۷۰ء مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں زیر صدارت حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ امیر جمعیۃ علماء اسلام کی صدارت میں ہوا۔ جس میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے امیدوار نامزد کئے گئے۔

(ناظم انتخابات دفتر جمعیۃ علماء اسلام)

نمبر شمار	حلقہ نمبر	اسم گرامی
۱	این ڈبلیو ۱ پشاور ۱	مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب
۲	〃 〃 ۲ 〃 ۲	میاں محمد جان صاحب
۳	〃 〃 ۳ 〃 ۳	صاحبزادہ عبدالباری صاحب
۴	〃 〃 ۴ 〃 ۴	مولانا عبدالحق صاحب
۵	〃 〃 ۵ ہزارہ ۱	مولانا عبدالحکیم صاحب
۶	〃 〃 ۶ 〃 ۲	حضرت مولانا غلام غوث صاحب
۷	〃 〃 ۷ 〃 ۳	قاضی محمد نواز صاحب
۸	〃 〃 ۸ 〃 ۴	حکیم عبدالسلام صاحب
۹	〃 〃 ۹ مردان ۱	مولانا سید گل بادشاہ صاحب
۱۰	〃 〃 ۱۰ 〃 ۲	مولانا حمداللہ صاحب
۱۱	〃 〃 ۱۱ مردان و ہزارہ	مولانا عبدالہادی صاحب
۱۲	〃 〃 ۱۲ ضلع کوہاٹ سالم	مولانا نعمت اللہ صاحب
۱۳	〃 〃 ۱۳ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سالم	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب
۱۴	〃 〃 ۱۴ ضلع بنوں سالم	مولانا صدر الشہید صاحب
۱۵	〃 〃 ۱۶ سوات نمبر ۱	مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
۱۶	〃 〃 ۱۷ 〃 نمبر ۲	محمد افضل خاں صاحب
۱۷	〃 〃 ۱۸ دیر	قاضی عبدالسلام صاحب
۱۸	〃 〃 ۲۶ راولپنڈی ۱	مولانا محمد فاروق صاحب
۱۹	〃 〃 ۲۷ 〃 ۲	مولانا حکیم داؤد صاحب
۲۰	〃 〃 ۲۸ 〃 ۳	چوہدری مراد علی صاحب ایڈووکیٹ
۲۱	〃 〃 ۳۰ کیمبلپور ۱	حضرت مولانا پیر محمد کامران صاحب
۲۲	〃 〃 ۳۲ جہلم ۱	حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب
۲۳	〃 〃 ۳۹ سرگودھا ۱	مولانا قاری عبدالسمیع صاحب
۲۴	〃 〃 ۴۰ 〃 ۲	صوفی احمد یار صاحب
۲۵	〃 〃 ۴۲ 〃 ۴	مولانا شبیر محمد صاحب اعوان
۲۶	〃 〃 ۴۵ میانوالی ۲	حافظ سراج الدین صاحب
۲۷	〃 〃 ۴۹ لائلپور ۱	حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب
۲۸	〃 〃 ۵۸ لاہور ۱	حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب
۲۹	〃 〃 ۶۲ 〃 ۵	چوہدری نور محمد عرف نتھی خاں میواتی
۳۰	〃 〃 ۶۵ 〃 ۸	حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی
۳۱	〃 〃 ۶۸ شیخوپورہ ۳	ڈاکٹر عبدالحق صاحب تارڑ
۳۲	〃 〃 ۷۰ گوجرانوالہ ۱	مولانا عبدالواحد صاحب
۳۳	〃 〃 ۸۱ ملتان ۳	مولانا سید پیر خورشید احمد شاہ صاحب
۳۴	〃 〃 ۸۲ 〃 ۴	قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ
۳۵	〃 〃 ۸۳ 〃 ۵	مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب
۳۶	〃 〃 ۸۵ 〃 ۷	مولانا فیض احمد صاحب
۳۷	〃 〃 ۸۶ 〃 ۸	صوفی محمد یار صاحب
۳۸	این ڈبلیو ۸۷ ملتان ۹	مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی
۳۹	〃 〃 ۸۸ ڈیرہ غازیخاں ۱	مولانا عبدالستار صاحب تونسوی
۴۰	〃 〃 ۸۹ 〃 ۲	مولانا غلام محمد صاحب
۴۱	〃 〃 ۹۰ مظفرگڑھ ۱	مولانا عبدالحمید صاحب
۴۲	〃 〃 ۹۱ 〃 ۲	مولانا دوست محمد صاحب قریشی
۴۳	〃 〃 ۹۲ 〃 ۳	مولانا محمد لقمان صاحب
۴۴	〃 〃 ۹۴ ساہیوال ۲	پیر ریاض الدین صاحب
۴۵	〃 〃 ۹۶ 〃 ۴	مقبول حسین شاہ صاحب ایڈووکیٹ
۴۶	〃 〃 ۱۰۰ بہاولپور ۱	سیٹھ عبدالخالق صاحب
۴۷	〃 〃 ۱۰۱ 〃 ۲	مولانا حبیب اللہ صاحب
۴۸	〃 〃 ۱۰۲ بہاولپور و بہاولنگر	حاجی میاں فیض احمد صاحب ستیانہ
۴۹	〃 〃 ۱۰۳ بہاولنگر ۱	حضرت مولانا محمد شریف صاحب
۵۰	〃 〃 ۱۰۵ رحیم یارخاں ۱	مولانا سراج احمد صاحب
۵۱	〃 〃 ۱۰۶ 〃 ۲	حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب
۵۲	〃 〃 ۱۰۸ ضلع جیکب آباد	مولانا سید احمد شاہ صاحب
۵۳	〃 〃 ۱۰۹ سکھر ۱	مولانا سید محمد شاہ صاحب
۵۴	〃 〃 ۱۱۰ 〃 ۲	حضرت مولانا عبدالکریم صاحب آف بیر شریف
۵۵	〃 〃 ۱۱۱ 〃 ۳	مولانا حافظ محمود اسعد صاحب ہالیجی شریف
۵۶	〃 〃 ۱۱۲ نواب شاہ ۱	پیر سید علی احمد شاہ صاحب
۵۷	〃 〃 ۱۱۳ 〃 ۲	مولانا عبداللطیف صاحب
۵۸	〃 〃 ۱۱۴ خیرپور ۱	مولانا بدرالدین صاحب
۵۹	〃 〃 ۱۱۸ حیدرآباد ۱	حاجی کرامت اللہ صاحب
۶۰	〃 〃 ۱۱۹ 〃 ۲	مولانا پیر عبدالقدوس صاحب
۶۱	〃 〃 ۱۲۰ 〃 ۳	حاجی محمد ابراہیم صاحب
۶۲	〃 〃 ۱۲۲ تھرپارکر ۱	حاجی محبوب علی خاں صاحب
۶۳	〃 〃 ۱۲۶ سانگھڑ سالم ضلع	مولانا حاجی عبدالمجید صاحب
۶۴	〃 〃 ۱۲۷ ٹھٹھہ سالم ضلع	مولانا نور محمد صاحب سجاول
۶۵	〃 〃 ۱۳۰ کراچی ۳	مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب
۶۶	〃 〃 ۱۳۴ 〃 ۷	حاجی دل مراد صاحب
۶۷	〃 〃 ۱۳۵ کوئٹہ ۱	مولانا عبدالحق صاحب
۶۸	〃 〃 ۱۳۶ 〃 ۲	مولانا عبدالغفور صاحب
۶۹	〃 〃 ۱۳۷ قلات ۱	مولانا محمد عمر صاحب
۷۰	〃 〃 ۱۳۸ 〃 ۲	قاضی عبدالحلیم صاحب
۷۱	〃 〃 ۳۸ گجرات ۴	میاں منیر احمد سلیمی
۷۲	〃 〃 ۶۱ لاہور ۴	پروفیسر علامہ خالد محمود ڈبل ایم اے
۷۳	〃 〃 ۶۳ 〃 ۶	خواجہ محمد اسلم صاحب
۷۴	〃 〃 ۸۴ ملتان ۶	حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب

نمبر شمار	حلقہ نمبر	اسم گرامی
۷۵	این ڈبلیو ۱۲۴ دادو ۱	حضرت مولانا تاج محمد صاحب
۷۶	″ ″ ۱۴ سرگودھا ۳	مولانا حکیم شریف الدین صاحب
۷۷	″ ″ ۱۷ گوجرانوالہ ۲	علامہ محمد احمد صاحب لدھیانوی
۷۸	″ ″ ۷۲ ″ ۳	حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب
۷۹	″ ″ ۷۹ ملتان ۱	بابو فیروزالدین صاحب انصاری
۸۰	″ ″ ۸۰ ملتان ۲	مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری
۸۱	″ ″ ۸۹ ڈی جی خان ۲	مولانا غلام محمد صاحب
۸۳	″ ″ ۱۱۵ خیرپور ۲	مولانا غلام محمد صاحب امیر جمعیۃ خیرپور
۸۴	″ ″ ۱۲۶ کراچی ۱	جناب ڈاکٹر احمد حسین صاحب کمال
۸۵	″ ″ ۵۳ لائلپور ۵	مولانا عبدالمجید صاحب صابر
۸۶	″ ″ ۵۶ ″ ۸	مولانا صاحبزادہ احمد شفیع صاحب
۸۷	″ ″ ۵۷ ″ ۹	حاجی عبدالرحمن صاحب
۸۸	″ ″ ۱۱۶ لاڑکانہ ۱	مولانا عبداللہ صاحب بخاری
۸۹	″ ″ ۱۱۷ ″ ۲	جناب علی محمد صاحب

نامزد امیدواران برائے صوبائی اسمبلی

صوبہ سرحد

نمبر شمار	حلقہ نمبر	اسم گرامی
۱	پی ایف نمبر ۱ پشاور نمبر ۱	ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب
۲	″ ″ ۲ ″ ۲	مولانا محمد امیر صاحب
۳	″ ″ ۴ ″ ۴	ڈاکٹر سید فدا حسین صاحب
۴	″ ″ ۵ ″ ۵	مولانا فضل مولیٰ صاحب
۵	″ ″ ۶ ″ ۶	مولانا عزیزالرحمن صاحب
۶	″ ″ ۸ ″ ۸	جناب عبید خاں صاحب
۷	″ ″ ۱۰ ہزارہ ۲	حافظ محمد جمیل صاحب
۸	″ ″ ۱۱ ″ ۳	حق نواز خاں صاحب ایڈووکیٹ
۹	″ ″ ۱۲ ″ ۴	حاجی عبدالحنان صاحب
۱۰	″ ″ ۱۳ ″ ۵	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح
۱۱	″ ″ ۱۶ ″ ۸	مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب
۱۲	″ ″ ۱۸ مردان ۱	مولانا پیر مبارک شاہ صاحب
۱۳	″ ″ ۱۹ ″ ۲	ڈاکٹر غلام قادر صاحب قادری
۱۴	″ ″ ۲۰ ″ ۳	حاجی صفدر علی صاحب
۱۵	″ ″ ۲۱ ″ ۴	جان بہادر خاں صاحب
۱۶	″ ″ ۲۲ ″ ۵	مولانا عبدالحنان صاحب
۱۷	″ ″ ۲۳ مردان و ہزارہ کچھ کونسلیں	مولانا محمد اقبال صاحب
۱۸	″ ″ ۲۴ کوہاٹ ۱	مولانا پیر غلام صاحب
۱۹	″ ″ ۲۵ ″ ۲	مولانا حبیب گل صاحب
۲۰	″ ″ ۲۷ ڈی آئی خان ۱	مولانا قاضی عبداللطیف صاحب
۲۱	″ ″ ۲۸ ″ ۲	مولانا علاؤالدین صاحب
۲۲	″ ″ ۲۹ کچھ لوکل کونسلیں ڈی آئی خان و بنوں	مولانا احمد جان صاحب
۲۳	″ ″ ۳۳ مالاکنڈ	حاجی محمد زید اللہ صاحب
۲۴	″ ″ ۳۶ سوات ۳	مولانا عبدالرحمن صاحب
۲۵	″ ″ ۳۷ ″ ۴	مولانا خیر محمد صاحب

نمبر شمار	حلقہ نمبر	اسم گرامی
۲۶	پی ایف نمبر ۳۸ دیر و سوات کے کچھ علاقے	صاحبزادہ فضل ودود صاحب
۲۷	″ ″ ۳۹ دیر ۱	حاجی محمد امین صاحب
۲۸	″ ″ ۴۰ ″ ۲	حاجی حضرت شاہ صاحب

صوبہ سندھ

نمبر شمار	حلقہ نمبر	اسم گرامی
۱	پی ایس ۴ سکھر ۱	مولانا محمد ابراہیم صاحب لغاری
۲	″ ″ ۵ ″ ۲	مولوی مظہرالدین صاحب
۳	″ ″ ۶ ″ ۳	مولانا عبدالرزاق ″
۴	″ ″ ۷ ″ ۴	مولانا محمد عالم ″
۵	″ ″ ۸ ″ ۵	مولانا محمد انور
۶	″ ″ ۱۸ نوابشاہ ۵	مولانا تاج الدین صاحب بسمل
۷	″ ″ ۲۴ حیدرآباد ۲	مولانا محمد عیسیٰ صاحب
۸	″ ″ ۳۳ دادو ۱	حضرت مولانا غلام احمد مرتضیٰ صاحب ملکانی
۹	″ ″ ۳۴ ″ ۲	سید نور محمد شاہ صاحب
۱۰	″ ″ ۳۷ تھرپارکر ۲	حافظ محمد شفیع صاحب
۱۱	″ ″ ۴۳ سانگھڑ ۳	محترم صوبیدار عزیزالرحمن صاحب
۱۲	″ ″ ۴۹ کراچی ۴	مولانا محمد اسفندیار صاحب
۱۳	″ ″ ۵۰ ″ ۵	چوہدری عبدالشکور ″
۱۴	″ ″ ۵۹ ″ ۱۴	محترم بشیر احمد صاحب

بلوچستان

نمبر شمار	اسم گرامی	حلقہ	
۱	مولانا عبدالغفور صاحب	کوئٹہ شہر پی بی ۱	۱۹
۲	حاجی عبدالمنان صاحب	کوئٹہ تحصیل و چھاؤنی پی بی ۲	۱۴
۳	مولانا محمد حسن شاہ صاحب	کوئٹہ پشین ۳	۱۰
۴	جناب علی آغا صاحب	کوئٹہ چمن گلستان	۲۰
۵	مولانا جان محمد صاحب	پی بی ۸ سبی (ہرنائی شاہرگ)	۱۴
۶	مولانا شمس الدین صاحب	پی بی ۱۰ ژوب ضلع ژوب ماسوائے ہندو باغ	۶
۷	جناب اللہ بخش صاحب	پی بی ۱۱ چاغی ضلع چاغی	۷
۸	مولانا عبدالرزاق صاحب	پی بی ۱۹ خاران	۹
۹	حاجی صالح محمد صاحب	پی بی ۲۰ لسبیلہ	۱۳
۱۰	مولانا محمد صدیق صاحب	بولان سنی شوران	۸
۱۱	جناب امام شاہ صاحب	پی بی ۱۳ کچھی سہاگ کھرٹی	۸
۱۲	قاری عبدالرحمن صاحب	پی بی ۱۴ قلات کچھی قلات، کرخ، گندھاوہ	
۱۳	مولانا عرض محمد صاحب	پی بی ۱۵ قلات ۱	۵

جمعیۃ علماء اسلام مشرقی پاکستان کے نامزد امیدواروں کے نام

قومی اسمبلی

نمبر شمار	حلقہ	اسم گرامی
۱	ضلع کھلنا ۵ این ای ۴ ۵	جناب ایڈووکیٹ عبدالحمید صاحب

ضلع	نمبر	حلقہ	نمبر	نام
ضلع میمن سنگھ	۹	این ای	۵۴	حضرت مولانا عارف ربانی صاحب
〃 〃	۱۱	〃 〃	۸۶	مولانا محی الدین صاحب
〃 فرید پور	۸	〃 〃	۱۰۱	حضرت مولانا پیر محسن الدین صاحب
〃 سلہٹ	۱	〃 〃	۱۲۰	حضرت مولانا مخلص الرحمان 〃
〃 〃	۲	〃 〃	۱۲۱	جناب رشید الحسن صاحب سابق جج
〃 〃	۳	〃 〃	۱۲۲	حضرت مولانا شیخ شرف الدین صاحب
〃 〃	۴	〃 〃	۱۲۳	حضرت مولانا بشیر الدین صاحب
〃 〃	۶	〃 〃	۱۲۵	حضرت مولانا نور الدین 〃
〃 〃	۷	〃 〃	۱۲۶	〃 محمد مشاہد علی 〃
〃 〃	۸	〃 〃	۱۲۷	جناب الحاج اے، ایس، ایم مبارک ایڈووکیٹ
〃 〃	۹	〃 〃	۱۲۸	〃 مولانا محمود علی صاحب
〃 〃	۱۱	〃 〃	۱۳۰	حضرت مولانا شیخ امین الدین صاحب
〃 کملا	۲	〃 〃	۱۳۲	جناب مولانا ابوالقاسم صاحب
〃 〃	۱۲	〃 〃	۱۴۲	〃 〃 فرید الدین عطار 〃
〃 نواکھالی	۲	〃 〃	۱۴۶	حضرت مولانا شیخ عبدالحلیم صاحب
〃 چاٹگام	۱	〃 〃	۱۵۳	جناب مولانا شمس الدین 〃

صوبائی اسمبلی

ضلع	نمبر	حلقہ	نمبر	نام
ضلع کھلنا	۷	پی اے	۹۷	جناب مولانا محمد شوکت علی صاحب
〃 میمن سنگھ	۱۰	〃 〃	۱۴۸	حضرت مولانا دولت علی صاحب
〃 〃	۱۳	〃 〃	۱۵۱	جناب مولوی محمد یونس علی 〃
〃 〃	۱۹	〃 〃	۱۵۷	〃 مولانا برہان الدین 〃
〃 ڈھاکہ	۵	〃 〃	۱۷۵	〃 〃 عمارت حسین 〃
〃 〃	۱۶	〃 〃	۱۸۶	〃 〃 عبدالحمید 〃
〃 〃	۲۷	〃 〃	۱۹۷	〃 〃 محمد علی چوہدری
〃 فرید پور	۱۵	〃 〃	۲۱۵	〃 〃 محمد سلیمان 〃
〃 سلہٹ	۲	〃 〃	۲۲۱	〃 〃 غلام مصطفیٰ 〃
〃 〃	۳	〃 〃	۲۲۲	حضرت مولانا شیخ عبدالحق 〃
〃 〃	۴	〃 〃	۲۲۳	〃 〃 حافظ محمد رئیس الدین 〃
〃 〃	۵	〃 〃	۲۲۴	〃 〃 عبدالجبار 〃
〃 〃	۸	〃 〃	۲۲۷	جناب محمد ہارون حسین 〃
〃 〃	۹	〃 〃	۲۲۸	〃 اے کے ایم یعقوب علی 〃
〃 〃	۱۱	〃 〃	۲۳۰	〃 الحاج عبدالاحد صاحب
〃 〃	۱۴	〃 〃	۲۳۳	〃 عبدالمعز 〃
〃 〃	۱۶	〃 〃	۲۳۵	〃 مولانا محمد اشرف علی 〃
〃 〃	۱۷	〃 〃	۲۳۶	〃 〃 عبدالحمید 〃
〃 〃	۱۸	〃 〃	۲۳۷	〃 〃 محمد شریف الدین 〃
〃 〃	۲۱	〃 〃	۲۴۰	〃 عبدالرحمٰن صاحب
〃 کملا	۲۶	پی ای	۲۲۶	〃 علی میاں 〃 پٹواری
〃 نواکھالی	۳	〃 〃	۲۶۹	〃 مولانا حکیم عبدالحق صاحب
〃 〃	۱۲	〃 〃	۲۷۸	حضرت مولانا عبدالمنان صاحب
〃 چاٹگام	۳	〃 〃	۲۸۳	جناب مولوی محمد الیاس صاحب

محمد عبدالجبار غفرلہٗ

ناظم دفتر جمعیۃ علماء اسلام مشرقی پاکستان

پولنگ اسٹیشن

امیدواران دیکھ لیں کہ پولنگ اسٹیشن کے قائم کرنے میں کوئی بنیادی غلطی تو نہیں ہے ہر رائے دہندہ اپنے پولنگ اسٹیشن کی نشاندہی کر لے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ پولنگ اسٹیشن وہ مقام ہے جہاں ووٹر اپنی اپنی پسند کے امیدواروں کے حق میں ووٹ دیتے ہیں۔ پولنگ اسٹیشن کے لئے ریٹرننگ افسر عمارت کا انتخاب ان ہدایات کے پیش نظر کرتا ہے جو اسے الیکشن کمشن دیتا ہے۔ ہدایات میں مندرجہ ذیل بنیادی باتیں شامل ہیں :-

(الف) عمارت عام طور پر سرکاری ملکیت ہو۔

(ب) کوئی ایسی عمارت پولنگ اسٹیشن کے لئے منتخب نہ کی جائے جو کسی انتخابی امیدوار یا کسی سیاسی جماعت کے زیر اثر ہو۔

(ج) پولنگ اسٹیشن ایسے مرکزی مقام پر بنایا جائے۔ جہاں ووٹر آسانی سے پہنچ سکیں۔ انہیں اوسطاً تین میل سے زائد فاصلہ طے نہ کرنا پڑے۔

(د) کسی پولنگ اسٹیشن پر اوسطاً ڈھائی ہزار سے زائد ووٹر نہ ہوں۔ پولنگ اسٹیشنوں کی بہت بڑی اکثریت مدارس کی ہوتی ہے اس کے بعد میونسپل کمیٹیوں کے دفاتر یونین کونسل آفس، مویشیوں کے ہسپتال، فارسٹ آفس، کلبیں، فٹ بال گراؤنڈ اور کھلے میدان جہاں شامیانے تان کر پولنگ اسٹیشن قائم کئے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک دن کی پولنگ کے لئے محض مرکزیت کی خاطر کوئی عمارت تو تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ اندریں حالات ظاہر ہے کہ بعض جگہ شامیانے لگائے جائیں گے کیونکہ کوئی اور متبادل صورت ہی نہ ہوگی۔

بہر حال ووٹر صاحبان اپنے اپنے پولنگ اسٹیشن کو پہچان لیں اور امیدواران اگر پولنگ اسٹیشن قائم کرنے میں کوئی بنیادی غلطی کی گئی ہو تو ریٹرننگ افسر سے مل کر ازالہ کرا لیں۔

(آفس سیکرٹری شعبہ انتخابات)

پولنگ اسٹیشنوں کے متعلق امیدواروں کے فرائض

ہر انتخابی حلقہ کے امیدوار کو چاہیے کہ وہ اپنے علاقہ کے پولنگ اسٹیشن جا کر دیکھیں اپنے رضاکاروں اور پولنگ ایجنٹوں کو دکھلائیں۔ ہر پولنگ اسٹیشن کے لئے الگ الگ رضاکار مقرر کریں اور وہ رضاکار اپنے اپنے متعلقہ پولنگ اسٹیشنوں کے ووٹروں کو پہچان لیں ان سے رابطہ قائم کریں اور انہیں بتا دیں کہ انہیں کس پولنگ اسٹیشن میں اپنا ووٹ ڈالنا ہے۔ رضاکاروں کو ان کی ذمہ داری بھی اچھی طرح سمجھا دی جائے۔ رضاکاروں کو اپنے متعلقہ علاقوں کے ووٹروں کا بالکل حافظ بن جانا چاہیے تاکہ ووٹر کو غلط اسٹیشن پر جانے کی زحمت نہ ہو۔ یہ امر تو بالکل یقینی ہے کہ جس ووٹر کو جہاں ووٹ دینا ہے کسی دوسری جگہ دینے کا مجاز نہیں ہے۔ پریزائیڈنگ آفیسر کو بھی اس کا حق نہیں ہے کہ کسی غلط ووٹر کو ووٹ دینے کی اجازت دے۔ کیونکہ پولنگ کا عملہ اس فہرست کے مطابق رائے کی پرچیاں جاری کرتا ہے جو اس پولنگ اسٹیشن سے متعلق ہوں اور جس میں ووٹر کا نام، ولدیت، پیشہ اور پتہ وغیرہ درج ہوگا۔ جس طرح آپ دفتر میں دوسرے کی طرف سے حاضری نہیں دے سکتے اسی طرح دوسرے کی طرف سے ووٹ بھی نہیں دے سکتے۔ اور غلط اسٹیشن پر بالکل نہیں دے سکتے۔

جمعیۃ علماء اسلام

قومی و صوبائی اسمبلی کے اُمیدواروں کا تعارف

حلقہ لائل پور

مولانا محمد ضیاء القاسمی

ملک کے ممتاز عالم دین اور نامور خطیب ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ملتان کے مدرسہ قاسم العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ کتب علوم احادیث و تفاسیر قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمود سے پڑھیں۔ تحصیل علم کے بعد آپ ایک تبلیغی اصلاحی جماعت "تنظیم اہل سنت" سے وابستہ ہو گئے اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ خداداد صلاحیتوں کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو ملک کے اہم دینی حلقوں میں نہایت عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور آپ تنظیم اہلسنت کے جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔ اس دوران آپ نے گرانقدر تبلیغی اصلاحی خدمات انجام دیں۔ مئی ۱۹۶۸ء میں جب جمعیۃ علماء اسلام نے ڈاکٹر فضل الرحمان کو برطرف کرانے کے لیے لاہور کی تاریخی آئین شریعت کانفرنس سے تحریک کا آغاز کیا تو مولانا قاسمی نے اپنے ولولہ انگیز زورِ خطابت سے اسلامیان وطن میں غیرت ایمانی کی لہر دوڑا دی۔ انہوں نے فتنہ انکار حدیث و انکار ختم نبوت سے عوام الناس کو بچانے کے لیے بھرپور جد و جہد کی۔ دور ایوبی میں وہ بارہا قید و بند کی وادیوں سے گزرے نوکر شاہی نے ان کے خلاف زبان بندیوں اور نظر بندیوں کا طویل سلسلہ قائم کیا۔ مگر ایوبی دور کی دفعہ ۱۴۴ اور تحفظ امن عامہ آرڈیننس کا بے جا استعمال ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکا۔ آمریت کی ڈوبتی ناؤ کے ناخداؤں نے بیک وقت پچیس پچیس اضلاع میں ان کا داخلہ روک کر اپنے وطن کی زمین ان پر تنگ کر دی حتیٰ کہ مولانا ضیاء القاسمی کو سابق گورنر موسیٰ کے نام ایک خط میں احتجاجاً لکھنا پڑا کہ داستان پابندی کی تکمیل کے لیے سرزمین پاک پر میرا چلنا پھرنا بند کر کے مجھے اپنے گورنر ہاؤس میں بٹھا لو کیونکہ میں ایسی آزادی کو پسند نہیں کرتا جس کی حدود ظالم کے اشارۂ ابرو سے متعین ہوتی ہوں۔ مولانا قاسمی آزادئ اظہار اور حریت فکر کے میدان میں شہسوار ہیں۔ سامراج دشمنی ان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی عوامی رابطہ کمیٹی کے سربراہ لائلپور شہر سے قومی اسمبلی کے لیے جمعیۃ کے نامزد اُمیدوار ہیں۔ حلقہ ۴۹ کے تمام امیدوار صرف مولانا قاسمی کو اپنا مد مقابل سمجھتے ہیں اور مولانا موصوف عدیم الوسائل ہونے کے باوجود خدا کے بھروسے پر مخلص کارکنوں کے تعاون سے انتخابی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کیا چاہتے ہیں۔

چوہدری نذیر احمد

اعلیٰ تعلیم یافتہ خوش اخلاق اور شریف نوجوان ہیں علماء حق کے مخلص عقیدتمند ہیں۔ ظالمانہ استحصالی نظام کے خاتمے اور عوامی خدمت کا جذبہ لے کر الیکشن کے میدان کارزار میں اتر آئے ہیں۔ پہلے وہ آزاد تھے لیکن اس آزادی کو انہوں نے اسمبلی میں جا کر علماء ربانی سے تعاون اور مقاصد قیام وطن کو عملی جامہ پہنانے کی جد و جہد میں شریک ہونے کی پابندی سے تبدیل کر لیا ہے۔ ان کا انتخابی نشان تالا ہے جسے وہ سامراج و استعمار کے دروازے بند کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ چوہدری نذیر احمد لائلپور کے حلقہ ۵۰ سے جمعیۃ علمائے اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔

مولانا صاحبزادہ احمد شفیع

دین و ملت کی خدمت کے بے پناہ جذبہ سے سرشار علاقہ کے ممتاز مذہبی روحانی پیشوا اور برصغیر کے ممتاز عالم دین مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم (سرگودھوی) کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ ملکی و ملی مسائل کو صرف قرآنی دستور و آئین کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دینی ادارہ کے سربراہ ہیں۔ ملک میں اسلامی آئین کے نفاذ کا عزم لے کر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام نے مولانا صاحبزادہ احمد شفیع کو تاندلیانوالہ اور جڑانوالہ کے علاقوں پر مشتمل حلقہ ۵۶ سے امیدوار نامزد کیا ہے۔

حاجی عبد الرحمٰن

پُرخلوص اور تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ گفتار کے کم اور کردار کے غازی زیادہ ہیں۔ دین و شریعت سے ایمانی محبت اور علماء حق سے سچی عقیدت رکھتے ہیں تحصیل سمندری کے قصبہ ماموں کانجن میں مقیم ہیں۔ متوسط درجہ کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر رہنماؤں کے حکم پر ملکی و ملی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے والے پرانے رسہ گیر سیاسی لیڈروں کو شکست دینے کے لیے میدان عمل میں آ چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انگریز کی قائم کردہ جاگیرداریوں اور اجارہ داریوں کو ختم کئے بغیر معاشی طور پر نہ قوم خوشحال ہو سکتی ہے اور نہ ملک میں اسلامی آئین نافذ کیا جا سکتا ہے۔ تحصیل سمندری کے حلقہ ۵۷ سے حاجی عبد الرحمٰن جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے ہیں۔

مولانا عبد المجید صابر

تجربہ کار سیاستدان، معروف سماجی رہنما، ہردلعزیز، اور عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل جید عالم دین ہیں۔ یونین کونسل میاں کوٹ کے چیئرمین اور ڈسٹرکٹ کونسل لائلپور کے رکن ہیں۔ ارائیں برادری سے متعلق ہیں اور ارائیں برادری کے ہی فرد مسٹر حمزہ سابق ایم۔ پی۔ اے کے مقابلہ میں آ کر پرانے بتوں کو پاش پاش کئے جا رہے ہیں۔ مولانا عبد المجید صابر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے حلقہ ۶۳ سے جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا انتخاب

لڑ رہے ہیں۔ آپ کو علاقہ کے ممتاز دینی رہنماؤں کے تعاون کے علاوہ مشہور روحانی پیشوا پیر محمد صدیق کی بھی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے۔ ۱۹۵۸ء میں انتخابات کا اعلان ہونے پر موصوف کو ٹوبہ ٹیک سنگھ سے صوبائی سیٹ پر امیدوار نامزد کیا گیا لیکن ایوبی مارشل لا کی وجہ سے انتخابات ملتوی ہو گئے۔

۱۹۶۰ء کے انتخابات میں حلقہ لاہور سے یونین کونسل کے چیرمین منتخب ہو گئے اور علاقہ بھر کی سماجی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اسی وجہ سے ۱۹۶۴ء کے الیکشن میں دوبارہ بلا مقابلہ چیرمین منتخب کر لیے گئے۔ عوامی رابطہ اور ملی خدمات کی بناء پر موصوف کو تحصیل ٹوبہ کے عوام کا بھرپور تعاون حاصل ہو گیا۔ جس کی بناء پر موصوف ۱۹۶۸ء میں ضمنی انتخاب کے ذریعہ ڈسٹرکٹ کونسل لائل پور کے رکن منتخب ہو گئے۔ اب موصوف کو اللہ رب العزت نے اہالیان سب ڈویژن ٹوبہ ٹیک سنگھ کی مزید خدمت کا موقعہ فراہم کیا ہے۔

آپ کی عوام دوستی، اسلامی جذبہ اور خلوص کے پیش نظر جمعیت علماء اسلام نے سب ڈویژن ٹوبہ کے انتخابی بورڈ حلقہ ۵۳ سے قومی اسمبلی کا امیدوار نامزد کیا ہے۔

مولانا عبدالمجید صابر نے بحیثیت چیرمین ثالثی کونسل عائلی مقدمات میں کوئی فیصلہ شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ فریقین کو شرعی مسائل سے مطمئن کر کے مصالحت کرا دی۔

قومی اسمبلی میں موصوف کی نامزدگی سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ موصوف کی انتخابی مہم پیدل، سائیکلوں پر سر کرنے کے لیے مخلص کارکن پورے حلقہ میں سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے موصوف ہزاروں ووٹوں سے کامیاب ہو کر قومی اسمبلی میں اہل حق کا ساتھ دیں گے۔

ماسٹر حبیب اللہ انصاریؒ

انتہائی مخلص محنتی اور پرانے سماجی رہنما ہیں۔ پسماندہ طبقوں کو بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ وسائل معیشت پر چند خاندانوں کی اجارہ داری کو ملکی استحکام کے منافی سمجھتے ہیں۔ مزدوروں، محنت کشوں کے بے لوث ساتھی ہیں۔ غریب عوام کے حقوق کے تحفظ کے لیے غریب جماعت کے غریب نمائندے کی حیثیت سے میدان سیاست میں وارد ہوئے ہیں۔ لائلپور سے صوبائی اسمبلی کے حلقہ ۵۳ میں جمعیتہ علماء اسلام کے نامزد امیدوار ہیں۔ ماسٹر حبیب اللہ انصاری غریب دوست علماء کے گہرے عقیدتمند ہیں۔ ملی سلامتی اور ملکی استحکام کے لیے ملک میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کو ضروری سمجھتے ہیں۔

چوہدری عبدالرحیم لدھیانوی

منجھے ہوئے سیاسی سماجی رہنما ہیں آپ نے اپنے شہر لدھیانہ سے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مسلم لیگ کے رکن اعلیٰ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد نائب صدر انجمن مہاجرین کی حیثیت سے مہاجرین کی آبادکاری کے لیے آپ نے انتھک جدو جہد کی۔ ۱۹۶۰ء میں یونین کمیٹی ۳ کے بلا مقابلہ چیرمین مقرر ہوئے۔ ایک عام مسلمان کی طرح تبلیغی اصلاحی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں یونین کمیٹی ۳ کے دوبارہ چیرمین منتخب ہوئے۔ عوامی سماجی خدمات انجام دینے پر آپ کو امپروومنٹ ٹرسٹ کا ممبر بھی نامزد کیا گیا۔ عوام دشمن اور سرمایہ دار جماعتوں کی صف میں جانے کی بجائے چوہدری عبدالرحیم جمعیتہ علماء اسلام کی طرف سے لائلپور شہر کے حلقہ ۶۵ سے صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔

چوہدری غلام مصطفٰے باجوہ

آپ چک جھمرہ میں ملتان کے بابو فیروز دین انصاری ثابت ہوئے ہیں۔ وہ اپنے علاقہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے کرتا دھرتا تھے۔ شب و روز محنت کر کے انہوں نے پارٹی کی بیسیوں دیہی شاخیں قائم کیں۔ پارٹی کا پروگرام گھر گھر پہنچاتے پھرتے رہے لیکن پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت سیاست کے پہلے ہی امتحان میں فیل ہو گئی۔ اور اس نے اپنی پارٹی کی زمام کار انہی لوگوں کے ہاتھ میں دے دی جن کے احتساب کا عوام سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اسی لیے جناب باجوہ نے اپنی پارٹی کا ہاتھ جھٹک کر چھوڑ دیا اور اپنے احباب کی معیت میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے میدان انتخاب میں اتر آئے۔ جمعیتہ علماء اسلام کے پروگرام اور اسلامی منشور کو انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز سمجھا۔ اس لیے علماء حق کی زیر قیادت اپنے سفر کی راہیں تلاش کر چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ غریب دوست علماء دین کی رہنمائی تسلیم کئے بغیر نہ عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ اسلامی آئین نافذ ہو گا۔ چوہدری غلام مصطفٰے باجوہ علاقہ چک جھمرہ کے حلقہ ۵۵ سے جمعیتہ علماء اسلام کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔ ان کا انتخابی نشان ریلوے انجن ہے جس کے ذریعے وہ عوامی گاڑی کو بے انصافی کی وادیوں سے نکال کر خالص اسلامی فلاحی معاشرہ کے ماحول میں لانا چاہتے ہیں۔

بابا سلطان احمد

خالص دیہاتی ثقافت پنجاب کی پرانی روایات کی مجسم تصویر' بابا سلطان احمد اہل اللہ سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مریدوں سے ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں جمعۃ الوداع کے موقعہ پر لاہور کے شیرانوالہ گیٹ کے باہر نہتے نمازیوں پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا تو بابا سلطان احمد جانشین شیخ التفسیرؒ مولانا عبیداللہ انور کا دفاع کر رہے تھے ڈیڑھ گز لمبی لاٹھی ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ آپ کا انتخابی حلقہ دیہاتوں پر مشتمل ہے۔ وہ اپنی مہم میں تن تنہا سائیکل پر سوار ہو کر گاؤں گاؤں پھر رہے ہیں۔ وہ جمعیتہ علماء اسلام کی طرف سے حلقہ ۶۰ تھانہ لنڈیانوالہ سے صوبائی اسمبلی کی نشست کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔

صوفی عبدالمجید

کسانوں مزدوروں محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ اسلام کی سربلندی اور ملک کے استحکام کے لیے برسراقتدار گروہ کو دینی اقتدار کا پابند دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ خود کاشتکار ہیں۔ موجودہ دور میں کسان جن مشکلات و مصائب میں ہیں۔ ان میں وہ خود بھی مبتلا ہیں۔ سمندری سے صوبائی اسمبلی کے حلقہ ۶۳ کی نشست پر

صوفی عبدالمجید جمعیۃ علماء اسلام کے نامزد اُمیدوار ہیں۔

حاجی عبدالواحد

اپنے علاقہ کی ممتاز سیاسی سماجی شخصیت ہیں۔ سابق ایم۔ پی۔ اے بھی ہیں۔ علاقہ کے عوامی اجتماعی مسائل کو سلجھانے میں ہمیشہ سرگرم رہے ہیں۔ اُن کے حلقہ میں واقعہ ضلع لائلپور کی اہم دینی درسگاہ مدرسہ جامعہ ربانیہ کی مجلس منتظمہ کے بھی رکن رکین ہیں۔ دینی تعلیمی محاذ پر آپ نے علاقہ کے عوام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ حاجی عبدالواحد قصبہ سونڈہ میں مقیم ہیں۔

علاقہ رجانہ پھلور سے جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ کی کامیابی کے پہلو بڑے روشن ہیں۔!

چوہدری ضیاء الدین ایڈووکیٹ

نہایت با اخلاق شریف اعلیٰ تعلیم یافتہ محنتی سیاسی سماجی رہنما ہیں۔ آپ عرصہ چار سال سے جمعیۃ علماء اسلام سے منسلک ہیں آمریت کے خلاف جدوجہد میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے عادلانہ خدائی نظام حیات کے نفاذ کی راہ میں جو لوگ ۲۳ برس تک رکاوٹ بنے رہے ہیں۔ انہیں سیاسی محاذ سے اوجھل ہو جانا چاہیئے۔ پاکستان اسلام کے نام پر اسلام کے لیے بنا ہے۔ گذشتہ ادوار کے برسراقتدار گروہ کی روش نے ثابت کر دیا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام صرف علماء حق ہی نافذ کریں گے۔ چوہدری ضیاء الدین ایڈووکیٹ کمالیہ شہر سے صوبائی اسمبلی کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کے نامزد امیدوار ہیں۔

حلقہ ضلع ڈیرہ غازی خاں

ڈیرہ غازی خاں پاکستان کے تمام اضلاع میں سے پسماندہ ضلع ہے۔ دوسرے یہ ضلع تمنداروں کے قبضہ میں رہا ہے جنہوں نے آج تک اس کی ترقی کے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔ لوگوں کو غلام بنائے رکھا۔ سیاسی شعور پیدا نہ ہونے دیا۔ جس کی وجہ سے سیاسی جماعتیں کام نہ کر سکیں۔ اس وقت ملک میں درجن بھر جماعتوں میں سے دو جماعتوں کے علاوہ کسی کا نام و نشان نہیں ہے۔ دو جماعتوں میں سے ایک جمعیۃ علماء اسلام دوسری جماعت اسلامی ہے۔ موجودہ انتخاب میں صرف جمعیۃ علماء اسلام سارے ضلع کے انتخاب میں حصہ لے رہی ہے۔ ضلع میں قومی اسمبلی کے لیے دو اور صوبائی اسمبلی کے لیے چھ نشستیں ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام قومی اسمبلی کی دونوں نشستوں پر انتخاب لڑ رہی ہے۔ صرف یہی جماعت ہے جو ضلع کے دو متحارب گروہ لغاری اور مزاری کے مقابلہ میں کھڑی ہے۔ امیدواروں کی تفصیل حسب ذیل ہے

قومی اسمبلی حلقہ ۱ سے مولانا عبدالستار صاحب تونسوی حصہ لے رہے ہیں۔ مولانا فاضل دیوبند ہیں اور ساتھ ہی فاضل لکھنو اور ایران ہیں۔ اہل سنت کے چوٹی کے مقرر اور مناظر ہیں۔ ان کی خدمات سارے ملک میں مشہور و معروف ہیں۔ کافی عرصہ تک درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے رہے ہیں۔ تنظیم اہل سنت کے معروف مشہور مبلغ ہیں۔ سیاسی امور اور بین الاقوامی معاملات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

قومی اسمبلی حلقہ ۲ سے مولانا غلام محمد صاحب چشتی امیر جمعیۃ علماء اسلام انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ استاد العلماء کے لقب سے مشہور ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں ہیں اور تیس سال سے مدرسہ قاسم العلوم میں درس تدریس میں مشغول ہیں۔ اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم ہیں۔ بڑی مدت سے سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ احرار میں بھی کام کیا ہے لیکن وابستگی جمعیت علماء اسلام سے رہی ہے۔ اور اس کے امیر چلے آرہے ہیں۔

صوبائی اسمبلی حلقہ ۵ سے سردار عطا محمد خاں دریشک حصہ لے رہے ہیں۔ پرانے سیاسی رہنما ہیں۔ دریشک قوم میں مقبول ہیں ان کا شمار اونچے سیاستدانوں میں ہوتا ہے جمعیۃ کے سچے خیرخواہ ہیں اور قلبی الفت رکھتے ہیں۔

صوبائی اسمبلی حلقہ ۴ سے سردار ظفراللہ خان لنڈ حصہ لے رہے ہیں۔ نوجوان ہیں لنڈ قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ایڈووکیٹ ہیں۔ ان کے والد تحصیلدار رہ چکے ہیں۔ نیک نفس اور ذہین ہیں۔ ضلع کی خدمت کرنے کی دل میں تڑپ رکھتے ہیں۔

حلقہ کیمبل پور

مولانا صاحبزادہ محمد قیوم صاحب

این۔ ڈبلیو ۳۰ کیمبلپور ۱ سے جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر محترم جناب صاحبزادہ محمد قیوم صاحب آئین ساز اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں۔

آپ دربار عالیہ موہڑہ شریف کے سجادہ نشین جناب پیر خان بادشاہ صاحب کے صاحبزادے اور شہید راہ حق حضرت پیر محمد کامران صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف رجوعیہ شریف (جو اس سیٹ سے جماعتی امیدوار تھے اور جن کا چند دن پہلے جیپ کے حادثہ میں انتقال ہو گیا) کے بھانجے اور داماد ہونے کے ساتھ ساتھ انہی کے تربیت یافتہ اور سفر و حضر کے ساتھی ہیں۔ دینی علوم کے ماہر اور ہائی کلاسز کے فارغ ہیں۔

حسن سیرت، بلند اخلاقی، دینی جذبات میں موصوف اپنی مثال آپ ہیں۔ جس جیپ کے حادثہ سے آپ کے عظیم ماموں کی موت واقع ہوئی۔ اس میں آپ بھی تھے۔ لیکن قدرت نے آپ کو بال بال بچا لیا۔ اس جانکاہ حادثہ کا آپ پر بہت اثر ہے۔ لیکن دین حق کی سربلندی اور اپنے ماموں کے مشن کی تکمیل کے لیے آپ نے جماعتی دوستوں کی درخواست کو قبول فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فاذھم اللہ تعالیٰ بفوز تام!

مولینا قاری سعید الرحمٰن

پی۔ بی۔ ۹ کیمبل پور ۱ (مشتمل بر علاقہ چھچھ و یونین کونسل حاجی شاہ و کامرہ) سے صوبائی اسمبلی کے جماعتی امیدوار مولینا قاری سعید الرحمٰن ہیں۔ آپ حکیم الامت مولینا تھانوی کے خلیفہ اجل استاذ العلماء حضرت مولینا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کامل پوری کے صاحبزادے۔ فاضل علوم اسلامیہ اور بی۔ اے ہیں۔ راولپنڈی صدر کے علاقہ میں مرکزی مسجد "جامعہ اسلامیہ" کے خطیب اور دو اسلامی مدارس کے مہتمم ہیں۔

حلقہ بوریوالہ وہاڑی

مولانا حافظ عبدالرحیم نعمانی بوریوالہ

حضرت مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب نعمانی مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا۔ امیدوار قومی اسمبلی حلقہ وہاڑی بورے والا (ضلع ملتان)۔ (حلقہ این ڈبلیو ۸۳ ملتان ۲) نمائندہ جمعیۃ

علماء اسلام پاکستان۔

مولانا عبدالرحیم صاحب ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اپنے والد ماجد حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کیا۔ اس کے بعد تیس سال رائے پور ضلع سہارنپور میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ پھر دینی علوم کی تکمیل کے لیے مدرسہ عالیہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث مفتی ہند علامہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا۔ علوم دین سے فراغت کے بعد فیروز پور چھاؤنی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ۱۹۴۷ء تک اسی مدرسہ کے اہتمام اور تدریس میں مشغول رہے۔ اسی زمانہ میں جماعت اسلامی کی رکنیت اختیار کی۔ ۱۹۴۷ء تک امیر ضلع کی حیثیت سے جماعت کا کام کیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بورے والا ضلع ملتان میں قیام کیا۔ یہاں تجارتی مشغلہ اختیار کرنے کے بعد پھر جماعت اسلامی کے امیر ضلع ہونے کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۵۱ء میں جب یہ ظاہر ہوا کہ یہ جماعت اسلامی نہیں بلکہ اپنے چند سیاسی اغراض کے حصول کے لیے اسلامی کہلاتی ہے۔ حقیقت میں مودودی فرقہ ہے تو ۱۹۵۱ء میں جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور تحصیل وہاڑی میں لوگوں کو تحریک کے لیے بیدار کیا تا آنکہ مولانا کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ ۶ ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں ختم نبوت کی خاطر برداشت کیں۔ رہائی کے بعد سماجی اور معاشرتی اصلاح میں ہمیشہ سرگرم کام کیا ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی مجلس شوریٰ نے مدرسہ کا اہتمام آپ کے سپرد کیا۔ اس وقت مدرسہ ابتدائی مراحل میں تھا۔ آپ نے مدرسہ کی بہترین اور خوب صورت عمارت تعمیر کرائی۔ مدرسہ کے پرائمری حصہ کو مڈل تک اور عربی درجہ کو اعلیٰ درجہ تک ترقی دی۔ زنانہ پرائمری سکول کے ساتھ درجہ کتب دینیہ زنانہ اور درجہ حفظ زنانہ کا انتظام کیا۔ اب یہ ادارہ ملک کا ایک مثالی ادارہ ہے۔ اس ادارہ میں آج کل ۳۳ معلمین و معلمات کام کرتے ہیں۔ اور گیارہ صد طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ کے حسن انتظام و اہتمام کی وجہ سے علاقہ بھر کے لوگ مولانا سے بے حد متاثر ہیں۔ مولانا عرصہ دراز تک حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت اقدس میں رہے۔ سال ہا سال سے جمعیۃ علماء اسلام میں مخلصانہ کام کر رہے ہیں۔ ۳۰ ستمبر کی شام کو مولانا محمود صاحب نے آئین شریعت کانفرنس کے عدیم المثال اجتماع میں مرکزی اسمبلی کے لیے مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب کے نام کا اعلان فرمایا۔ علاقہ کے مسلمان مولانا صاحب کے لیے نہایت اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔

یہ بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب کے مقابلہ میں کونسل مسلم لیگ کے سربراہ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے جاں نثار پروانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے تھے۔ یہ مقابلہ بڑا سخت ہے۔ اہل علاقہ مولانا حافظ عبدالرحیم کے لیے پورے جوش و خروش اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔

حلقہ لاہور

پروفیسر علامہ خالد محمود مدظلہ العالی

جمعیۃ علمائے اسلام لاہور نے اس نازک صورت حال سے نبٹنے اور قومی اسمبلی میں سرمایہ پرستی، سامراج اور سوشلزم کی علمی اور قانونی کمزوریاں ظاہر کرنے اور اسلامی نظام حیات کا سکہ جمانے کے لیے علامہ خالد محمود صاحب کو میدان انتخاب میں آنے کے لیے مجبور کیا ہے۔ قومی اسمبلی کو ایسے فکر انگیز اور بلند پایہ عالم دین و خطیب اسلام کی ضرورت ہے جو اسلام کی پوری طرح وکالت کر سکے۔

(۱) ایم۔ اے علوم اسلامی فسٹ
(۲) ایم۔ اے (تاریخ ادیان) برمنگھم یونیورسٹی آف انگلینڈ۔
(۳) پی۔ ایچ۔ ڈی کے رجسٹرڈ ریسرچ سکالر برمنگھم
(۴) مولوی فاضل (پنجاب یونیورسٹی) اور مولوی فاضل کے سالہا سال کے صدر ممتحن۔

علامہ صاحب حضرت شاہ رحمٰن دیوان رح کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ خاندان عرصہ دراز سے قادری سلسلے کے مطابق پنجاب میں روحانی فیوض کا مرکز رہا ہے۔ قیام پاکستان پر یہ خاندان امرتسر سے سیالکوٹ آباد ہوا۔ علامہ صاحب کی اپنی پیدائش لاہور کی ہے۔ ان کے والد پیر محمد غنی (بی۔ اے بی ٹی) ان دنوں ضلع لاہور میں گورنمنٹ سروس میں رہے آپ ان دنوں ایم۔ اے۔ او کالج لاہور میں صدر شعبہ فارسی کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور جامع مسجد سول سیکرٹریٹ کے مایۂ ناز خطیب ہیں جو دس سال سے اس غیر ذمہ دارانہ ماحول میں ہر مکتب فکر کے مسلمانوں کی علمی اور روحانی پیاس بلا معاوضہ بجھا رہے ہیں۔

علامہ صاحب قیام انگلستان کے دوران QUEEN BRIDGE سکول میں بھی تعلیم دیتے رہے ہیں اور بارہا انگلستان کے PANELS میں اسلام کی نمائندگی کی ہے۔ مسلمانوں کے معاملات میں وہاں کی عدالتوں میں آپ کو اسلام پر ایک AUTHORITY کی حیثیت سے دعوت دی جاتی رہی ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب حلقہ ۱۲ قومی اسمبلی کے واحد امیدوار ہیں جن کا انتخاب عوامی پنچایتوں اور محلہ دار اجتماعات کے مشورہ سے ہوا ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام نے اسی تجویز کی تائید کی ہے۔

حلقہ ملتان

مولانا عبدالشکور دین پوری

دین پور شریف محتاج تعارف نہیں۔ جہاں سرتاج الاولیاء خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جہاں سے قطب العارفین مولانا احمد علی صاحب رح نے خلعت ولایت حاصل کی۔ جہاں سے ریشمی خط کی تحریک چلی، جہاں سے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی رح کابل تشریف لے گئے۔

دین پور نے انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

دین پور میں جمعیۃ الانصار قائم ہوئی ترک موالات کی گئی — مقدمہ بہاولپور میں حضرت دین پوری نے نمایاں حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں حضرت دین پوری تین ماہ جالندھر میں قید رہے۔

مولانا عبدالشکور کے والد مولوی عبداللہ

صاحب حضرت سندھیؒ کے شاگرد ہیں مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۵ء ہے۔ قرآن مجید سے لے کر ابتدائی تعلیم گھر دین پور میں پائی، مولانا سندھیؒ سے گلستان کا دوسرا باب پڑھا، حضرت مدنیؒ سے تبرکاً منیۃ المصلی کا سبق پڑھا۔ ابتدائی فارسی اپنے دادا مرحوم سے پڑھی۔ تین سال بستی مولویاں میں مولانا عبدالرحیم سے تعلیم پائی۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی ضلع سکھر سندھ میں چلے گئے۔ اس مدرسہ کے مہتمم پیر فخرالدین شاہ صاحب، تھے جو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اڑھائی سال سندھ میں رہے۔ دورہ حدیث مولانا عبدالرزاق صاحب مرحوم سے پڑھا جو حضرت درخواستی کے استاد تھے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ اڑھائی ماہ سکھر سنٹرل جیل میں رہے۔ ۱۹۵۴ء میں دوبارہ دورۂ حدیث خانپور مدرسہ مخزن العلوم خانپور حضرت درخواستی سے پڑھا تفسیر بھی حضرت درخواستی سے پڑھی۔ ۱۹۵۷ء تک مدرسہ خان پور میں بحیثیت مدرس تدریس کے فرائض سرانجام دیے ۱۹۵۸ء میں میدان تبلیغ میں حصہ لیا۔ الحمدللہ تھوڑے دنوں میں پورے ملک میں مشہور ہو گئے۔

جمعیۃ علماء اسلام میں بحیثیت ضلعی امیر کے کام کیا۔ ایک سال بحیثیت مبلغ جمعیۃ علماء اسلام کام کیا۔ پہلے مارشل لاء میں مقدمہ چلا مگر بری ہو گئے۔ تین سال ۶۳ء سے ۶۶ء تک اوکاڑہ جامع مسجد گول چوک میں بحیثیت خطیب رہے۔ ۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر جہاد میں حصہ لیا تین ٹرک سامان ۱۲۰۰ قرآن مجید کے نسخے فوج میں تقسیم کیے آزاد کشمیر پورے میں تبلیغی دورہ بحیثیت سرکاری مہمان کے کیا تقریباً ۴۰ تقریریں مختلف مقامات پر کیں۔ حکومت آزاد کشمیر نے تعریف کی اور حسن کارکردگی کا سرٹیفکیٹ بھی دیا۔ ۶۶ء میں تنظیم اہلسنت والجماعت میں داخل ہو گئے۔ اسلامی مشن بہاولپور کے معاون رہے۔ اب ملتان میں تین سال سے بحیثیت خطیب جمعہ پڑھاتے ہیں۔ جمعہ کا اجتماع تمام مساجد سے زیادہ بارونق ہوتا ہے۔

۶۵ء میں حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حرم بیت اللہ میں تقریباً ۴۰ تقریریں، مسجد نبویؐ میں ۲۵ تقریریں کیں۔

مولانا کو ۶ زبانوں پر دسترس ہے۔ فصیح، بلیغ، مسجع عبارت ہوتی ہے سندھ میں سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ دو تین کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ خلیق، ذہین، خوش مزاج، سادہ لباس آدمی ہیں۔

بیعت کا تعلق پہلے حضرت لاہوریؒ سے تھا اب مولانا حامد میاں صاحب سے ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے امیدوار قومی اسمبلی حلقہ تحصیل ملتان سے ہیں۔ دعا کریں اللہ رب العزت کامیاب فرمائے۔

نوٹ: مولانا کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے نواب صاحب سے ہے۔

مولانا سراج احمد

آپ حلقہ ۱۰۵ رحیم یار خان کے قومی اسمبلی کے امیدوار ہیں۔ حضرت مولانا عبد الہادی صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ دین پور شریف کے خلف الرشید اور عالم و فاضل شخصیت ہیں۔ انہوں نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ اسلامی ریاست کے شاہسوار ہیں۔ اب مقابلہ ایک مشہور و معروف سرمایہ دار خواجہ جمال محمد سے ہے جس نے ایوبی آمریت کے دور میں دس سال تک صوبائی اسمبلی پر متمکن رہنے کے باوجود عوامی مسائل پر آج تک کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب کی کامیابی یقینی ہے۔

مولانا غلام مصطفٰے چودھری

آپ نصیر آباد کی چدھڑ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ سے نسبت خاص ہے۔ علاقہ کی ممتاز شخصیت ہیں۔ عوام کے دکھ و سکھ میں ہمیشہ شریک رہتے ہیں۔!

ان کے مقابلہ میں قیوم لیگ کے چیف آرگنائزر مخدوم زادہ حسن محمود، مخدوم نور محمد ہاشمی میانوالی، مخدوم سید صالح محمد شاہ جیلانی ہیں۔ جمعیت نے ان مخادیم کے مقابلہ میں بھی ایک خادم اسلام کو مقرر کیا۔ جس کی کامیابی یقینی ہے۔

مولانا غلام ربانی

آپ رحیم یار خاں کے امیر، مزدوروں، کسانوں اور عوام کے بیحد ہمدرد و غمگسار ہیں۔ مزدوروں کی حمایت میں امرائے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں کئی بار جیل میں محبوس رہ چکے ہیں۔ حال ہی میں مقامی انتظامیہ کی جانبداری کی وجہ سے مارشل لاء کی عدالت سے پانچ ماہ کی قید گزار کر ابھی تشریف لائے ہیں۔ مقابلہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں ارائیں اور گجر برادری کے نمایندگان سے ہے۔ مولانا کی کامیابی یقینی ہے۔

(۲) پیرزادہ ظہیر الحق

علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے نواسے ہیں۔ مقابلہ میں سابق وزیر آبپاشی مخدوم حمیدالدین ہیں۔ جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں عائلی قوانین کی حمایت کی تھی۔ بلوچ برادری سے بھی مقابلہ ہے۔

(۳) مولانا شریف اللہ

بستی مولویاں، جنہوں نے تحریک ختم نبوت میں اور جمعیت کی تنظیم میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ اب حلقہ ۱۴۹ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار ہیں۔ چوہان برادری کے امیدوار ہیں۔

(۴) مولانا فداالرحمٰن درخواستی

علمی چشم و چراغ کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت درخواستی دامت برکاتہم کے خلف الرشید ہیں۔ ضلع رحیم یار خاں میں جمعیت علماء اسلام کی تنظیمی سرگرمیاں ان کی مرہون منت ہیں۔ ہمیشہ وقت کی روش نے ان کی مخالفت کی لیکن مولانا موصوف نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ عوامی مسائل سے خوب دلچسپی رکھتے ہیں۔

(۵) مولانا محمد مکی آف ٹھل حمزہ

حلقہ ۱۴۴ کے صوبائی اسمبلی کے امیدوار ہیں۔ مولانا خیر محمد صاحب مہاجر مدنی مدظلہ، کے خلف الرشید ہیں۔ عوامی مسائل اور غریبوں، کسانوں اور مزدوروں کے خیرخواہ ہیں۔ غریب عوام کے حقوق کے تحفظ کے لیے اپنی خدمات وقف کر رکھی ہیں۔ نہایت

بھی مخلص دیانتدار اور بے لوث شخصیت کے مالک ہیں۔ غریبوں اور محنت کش طبقہ کے لیے ہر وقت ان کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

(۶) سردار عبد الحق عباسی

حلقہ پ ۱۸۰ سے امیدوار صوبائی اسمبلی ہیں۔ عباسی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے علاوہ با اثر زمینداروں میں ہیں۔ عوامی مسائل سے خوب دلچسپی رکھتے ہیں۔ مخلص انسان اور نہایت ہی دیانتدار ہیں۔

(۷) مولانا عبد الرسول

جمعیۃ علماء اسلام نے حلقہ ۱۷۵ پی پی صوبائی اسمبلی کے لیے ایک بریلوی مکتب فکر کے بزرگ مولانا عبد الرسول صاحب کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ جو کہ آزاد امیدوار ہیں۔ ان کی پوزیشن باقی امیدواروں سے زیادہ مضبوط ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے انتخابی نشان کا پس منظر

جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے انتخابی نشان کے لئے "درخت" کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ قرآن پاک میں کلمۂ طیبہ کو "پاکیزہ درخت" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے:

"وہ کلمہ طیبہ ایسا ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت۔ کہ اس کی جڑ خوب مضبوط ہو اور اس کی شاخیں آسمان سے ملی ہوتی ہوں۔ وہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر فصل کے موقعہ پر پھل لاتا ہو۔"

قرآن پاک نے یہ مثال کلمہ توحید کی بیان کی ہے کہ مومن کے دل میں اس کی جڑیں انتہائی مضبوط ہوتی ہیں اور مومن کے نیک اعمال کی بلندی آسمانوں تک پہنچتی ہے اور یہ درخت ایسا ہے کہ اس کے ثمرات دنیا و آخرت میں مرتب ہوتے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام نے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے شجرہ طیبہ کو اپنی انتخابی علامت قرار دیا ہے کیونکہ جمعیۃ علماء اسلام کا نصب العین اس ملک میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بول بالا کرنا ہے۔ اگر پاکستان میں دین اسلام یعنی شریعت اسلامی کا نفاذ ہو جاتا ہے تو اس کے کروڑوں باشندوں کے لئے دنیا اور آخرت میں بہترین ثمرات مرتب ہوں گے اور مملکت خداداد پاکستان حقیقی ترقی کے دور سے ہمکنار ہوگی۔

(سید عطاء الرحمٰن جعفری بی اے آنرز)
ناظم شعبہ انتخابات جمعیۃ علماء اسلام

بقیہ : ماہِ صیام کے تین دور

اعتکاف رمضان المبارک کے اسی آخری عشرہ میں اپنے محلہ کی مسجد یا کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کرنا سنّت ہے۔ اگر پوری بستی میں سے صرف ایک آدمی نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب کی طرف سے یہ سنّت ادا ہو جائے گی اگر پوری بستی میں سے ایک آدمی نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو ترک سنّت کا وبال سب پر آئے گا۔

اعتکاف کیا ہے کسی مسلمان شخص کا بہ نیّتِ اعتکاف مسجد میں رہنا اور کسی ضروری حاجت کے سوا باہر نہ آنا اعتکاف ہے۔

اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا ضروری نہیں البتہ بُرے کلام اور بُرے کام دونوں سے پرہیز لازمی ہے نیک کام، وعظ و تبلیغ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص پورے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہے تو بیس رمضان المبارک کو آفتاب غروب ہونے سے قبل مسجد میں چلا جائے اور عید کا چاند نکلنے پر باہر آ جائے۔ ایک دو روز یا دو گھنٹے کا اعتکاف بھی جائز ہے۔

بقیہ : جمعیۃ علماء اسلام کا نصب العین

جائے گا۔ نادار طلبہ کے لئے اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ مزدوروں، غریبوں، کسانوں اور عام لوگوں کے لئے علاج اور ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کا انتظام کیا جائے گا اور کم از کم تنخواہ تین سو روپے اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار ہو گی۔ جمعیۃ علماء اسلام نے مزدوروں سے شریعت کے اندر اندر ان کی حمایت کرنے کا وعدہ کر کے پچاس لاکھ مزدوروں کو کمیونزم کی گود میں جانے سے روک دیا ہے مگر جو مولوی مرزائیوں کا نکاح پڑھنے اور سودی قرضہ لے کر کاروبار کرنے سے نہیں ہچکچاتے وہ حسد کی آگ میں جلتے اور یہ لعنتی جھوٹ بولتے ہیں کہ جمعیت اشتراکیوں کی حمایت کرتی ہے۔ بہر حال عام مسلمانوں نے بائیس برس کے بعد حقیقت کو سمجھ لیا ہے اب وہ سیاسی شاطروں اور ان کے زر خرید مولویوں کے جال میں نہیں پھنستے۔ اس لئے ہر جگہ فوج در فوج مسلمان جمعیۃ میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اس ملک میں قرآنی دستور نافذ ہو۔ اسلامی مساوات اور عادلانہ نظام قائم ہو، دینی اقدار سے ملک منوّر ہو جائے اور امیر و غریب بھائی بھائی بن کر زندگی بسر کریں۔

بقیہ : سیاسی رہنماؤں کیلئے صحیح راہ عمل

پھر تمہارا جو حشر ہو گا وہ تم کو معلوم نہیں آئندہ آنے والی نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی۔ گنبد خضریٰ سے تم پر لعنت آئے گی۔ اور خدا کی طرف سے تم پر پھٹکار پڑے گی۔ اگر اپنی قبر کو جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا بنانا نہیں چاہتے تو پھر قرآن اور اسلام کے مطابق دستور بناؤ۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم سے بڑا ظالم، تم سے بڑا فاسق، اور تم سے بڑا کافر کوئی نہ ہو گا میں نہیں کہتا قرآن کہتا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السّلام علےٰ سید المرسلین و خاتم النبیین۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ (اقتباسات از تقریرات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ملفوظات طیبات۔ استحکام پاکستان۔ نجات دارین کا پروگرام)

ماہِ صیام کے تین دور

مولانا غلام اللہ خان اختر کاشمیری

اس ماہ مکرم کا پہلا عشرہ خدا کی رحمت کے فیض عام کا عشرہ ہے اس میں وہی خوش نصیب لوگ خدا سے انعام و اکرام حاصل کرتے ہیں۔ جو ان دس دنوں میں بار بار خدا سے معافی مانگ کر اپنی زندگی اس کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق بسر کرنے کا اقرار کرتے ہیں اور ابتدائے سحر کے قاصد کی آواز کا انتظار کئے بغیر رات کی تاریکی کے اندر چھپ کر اپنے آقا و مولا کو راضی کرنے کے لئے اپنی جبینِ نیاز اس کی مقدس دہلیز پر جھکا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ عبادت و بندگی کے اس دیوانہ وار مظاہرے کو دیکھ کر اپنے فیض رحمت کو عام کر دیتے ہیں اور اپنے ان عشاق بندوں کے گناہوں کو معاف کرکے ان کے درجات کو بلند فرماتے ہیں اور ان کے اعمالِ حسنہ کا بے حساب اجر و ثواب ان کو دیا جاتا ہے۔

دوسرا عشرہ اس ماہ مبارک کا دوسرا عشرہ بخشش و مغفرت کا عشرہ ہے جو خدا کے وفا شعار غلاموں اور فرمانبردار بندوں کو تمام ابوابِ جنت کے کھلنے کی خوشخبری دے کر ان کے زندگی کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو موسم بہار کے بہکتے اور مہکتے ہوئے پھولوں کی سی عطر ریزی اور پاکیزگی عطا کرتا ہے۔

تیسرا عشرہ اس ماہ مکرم کا تیسرا عشرہ عذاب جہنم سے نجات کا عشرہ ہے جو ان گناہوں سے لتھڑے ہوئے انسانوں کو جو بیس روز اپنے آقا و مولا کے حضور میں کھڑے ہو کر اپنے پروردگار کے در پر سر بسجود ہو کر عفو و درگذر کی التجائیں کرتے ہوئے رب ذوالجلال کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اپنے رویے میں تبدیلی لائیں گے۔ اور تا حیات تیرے اقتدار اعلیٰ سے بغاوت نہیں کریں گے، عذاب جہنم سے نجات کی خوشخبری سناتا ہے۔ پس اگر پہلا عشرہ انعامات و اکرامات سے معمور ہے، تو دوسرا عشرہ بخشش و مغفرت سے بھرپور ہے اور تیسرا عذاب جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

انفاق و افطار انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً بھی راہ خدا میں خرچ کرکے اس کی ترغیب دی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر فیاضی اس مہینہ میں فرماتے تھے اس قدر فیاضی کسی اور مہینہ میں نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس مہینہ میں ذرا سا خرچ کرنا بھی بے انتہا فضیلت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی روزہ دار کو، کوئی شخص افطار کرا دے تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

"جس شخص نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ـــــ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر شخص کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو افطار کرا سکے۔ آپؐ نے فرمایا جو کسی روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا"

★

لیلۃ القدر

رمضان المبارک کی جملہ بابرکت و مقدس راتوں میں سے ایک مقدس تر رات لیلۃ القدر ہے جس کا ایک ایک لمحہ برکتوں اور سعادتوں سے مالامال اور انوار و تجلیات سے معمور ہوتا ہے اس مبارک شب میں تجلیاتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے جو شخص تلاش و جستجو کرکے اس رات کو حاصل کر لے تو اسے اس رات کی عبادت میں جو لذّت و حلاوت اور کیف و سرور حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور رات میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس رات کی عبادت کو اللہ تعالےٰ نے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس رات کو جو سب سے بڑا شرف حاصل ہے وہ یہ ہے کہ وہ مقدس کتاب اسی رات میں نازل ہوئی ہے جو اپنے عاملین کی فائز المرامیوں اور شادکامیوں کی ضامن ہے ـــ حضرت عائشہ رضؓ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے وہ مقدس رات مل جائے تو میں کون سی دعا پڑھوں۔ آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا ہ یعنی "اے اللہ! تو معاف کرنے والا کریم ہے اور معافی و بخشش کو دوست رکھتا ہے مجھے اپنے کرم سے معاف فرما دے"

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات کو غفلت میں نہیں گذارتے بلکہ اپنے مالک و خالق کے سامنے سربسجود ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اس رات کو حاصل کرکے عبادت کی لذّت اور لطف و سرور سے مسرّت اندوز ہوتے ہیں اور یہی عبادت ان کے نفس کی آراستگی روح کی جِلا اور قبر کی تنویر ہے۔

اس رات کے بارے میں صحابہ رضؓ کی آراء مختلف ہیں کہ شب قدر کون سی رات ہے۔ اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اکثر ائمہ دین کے خیال میں یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ واللہ اعلم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۴

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمۂ تعلیم: (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۹/۲۹ ۲-۹-۵۵ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	—	۱۱
ششماہی	—	۶
٫٫	—	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	—	۴۲
بحری جہاز		۱۵
ہوائی ڈاک ششماہی		۲۱
بحری	—	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۵۰	۴۳
بحری	۸۰	۲۲
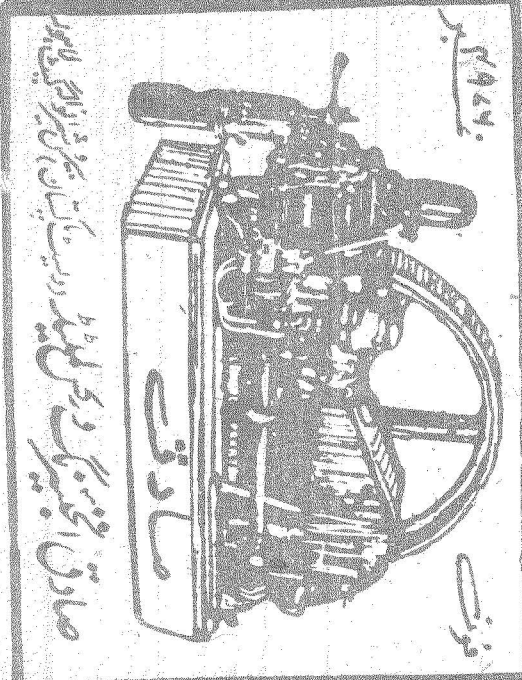
فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔